ضلع پٹنہ،

تلاشِ راز، جناب مولوی نیاز صاحب فتحپوری کا ایک مختصر اخلاقی افسانہ جس مین خوبی کے ساتھ یہ دکھایا ہو کہ حیات انسانی کا مقصود اصلی کیا ہونا چاہئے، اور اصل راحت ابدی کس چیز مین ہو، ۸۴ صفحے قیمت ۸؍ پتہ: اردو بک ڈپو، مراد آباد

غالب کا روزنامچہ غدر، مرزا غالب نے غدر کے حالات مین فارسی کا ایک مختصر رسالہ دستنبو لکھا تھا جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی تاریخ غدر کے سلسلہ مین غالب کے اس رسالہ کا اردو ترجمہ شائع کیا ہو، اسی کے ساتھ غالب کے خطوط اور مکتوبات مین غدر کے واقعات اور دلی کے انقلابات پر جو جستہ جستہ فقرے مذکور ہین، ان کو یکجا کر دیا ہو، غالب اس حادثہ کے چشمدید گواہ تھے اس لئے ان کے خطوط کے یہ ضمنی فقرے بھی درد و تاثیر مین ڈوبے ہوئے ہین، ضخامت ۸۰ صفحات، قیمت مجلد عہ، غیر مجلد ۱۲؍ پتہ: خواجہ ڈپو دہلی،

مثنوی اسرار مستی، جناب سید ضامن حسین صاحب گویا جہان آبادی نے توحید کے متعلق چند صوفیانہ مسائل پر یہ مثنوی لکھی ہو جس مین فلسفہ و تصوف کے نازک اور دقیق مسائل کو شاعرانہ طرز و انداز مین ادا کیا ہو، با این ہمہ زبان نہایت صاف اور سلجھی ہوئی ہو، مثنوی کی بحر چھوٹی اور روان ہو، ۸۴ صفحات، چھوٹی تقطیع قیمت چار پانچ آنے ہوگی، پتہ: مصنف سے احمد زئی، بیلی بھیت سے طلب کیجئے

حدائق الصحتہ، زبدۃ الحکما، ڈاکٹر محمد افضل صاحب لاہور، نے یہ کتاب ہومیاپیتھک دواؤن کے بنانے کے اصول پر لکھی ہو، اردو مین اس طریقۂ علاج پر متعدد کتابین لکھی گئی ہین، لیکن جہان تک ہمین معلوم ہو ہومیاپیتھی کے علم الادویہ پر کوئی کتاب نہین لکھی گئی ہو، اس لئے ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش ہماری زبان مین ایک نئے باب کا اضافہ ہو، طرز ادا، ترتیب، لکھائی چھپائی سب قابل تعریف ہین، ضخامت ۱۳۲ صفحات، قیمت عہ، پتہ: مرغوب بک ایجنسی لاہور،

مجلد یازدہم | ماہ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۲۳ء | عدد دوم

مضامین

شذرات

چند مہینون سے معارف کا پہلا صفحہ علم وفن کے بزرگون پر ماتم کے لئے مخصوص ہو گیا ہے، آج ہم دوسرون پر ماتم کرتے ہین، کل دوسرے ہمارا ماتم کرینگے، دنیا کی یہ بزم ماتم کائنات فانی کے وجود کے ساتھ قائم ہے، اور اسی کے ساتھ قائم رہیگی، یہ حوادث آباد عالم جس کو ہم تم، قائم، مستمر، اور مسلسل جانتے ہین، ہر آن اور ہر لمحہ اس طرح بدل رہا ہے، کہ غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جو نقشہ، جو کیفیت، جو صورت حال اس آن ہے، وہ اس آن نہین، ایک مستمر تغیر اور ایک مسلسل انقلاب جاری ہے، اور پردہ دارِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (ہر روز وہ ایک نئے رنگ مین ہے) کا وہ پورا جلوہ زار ہے، لیکن باین ہمہ انقلاب و تغیر بظاہر اس کے قیام، استمرار اور تسلسل مین فرق نہین آتا، سمندر کی لہرین، ہر آن بل رہی ہین، مگر سمندر کی صورت مین کوئی فرق نہین پیدا ہوتا، صورتین مٹتی جاتی ہین، شکلین فنا ہوتی جاتی ہین مگر اس آئینہ خانہ کی آبادی اور صورتگری مین کوئی فرق نہین آتا،

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزارون اٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

۲، فروری ۱۹۲۳ء کی شام کو اس مجلس کا جو ممبر اٹھا ہے، اس کا اس دنیا مین مجازی نام عبد الحئی تھا، مولنا حکیم سید عبد الحئی صاحب ناظم ندوة العلمار، عہد جدید کے اولین علمار تھے، سادات رائے بریلی کے مشہور خانوادہ علم وعمل سے تھے، جس کے بعض افراد سلاطین کے دربارون مین، اور بعض فقر و تصوف کی خانقاہون مین ممتاز تھے، بعض درس و تدریس کی چٹائیون پر اور بعض تالیف و تصنیف کی مسندون پر جلوہ آرا تھے، اس خاندان کے آخری رکن مولنا سید احمد صاحب شہید بریلوی تھے جو سید صاحب کے نام سے عموماً مشہور تھے، اور جو مولنا اسمٰعیل صاحب شہید کے پیر تھے، اور وہ اپنے عہد کے اوس فرقہ کے جو ہندوستان مین اسلام کی غربت کی چارہ سازی کے لئے اٹھا تھا، اور جو دینی اور سیاسی دونون حیثیتون سے مسلمانون کو بیدار کرنا چاہتا تھا امام اور امیر المومنین تھے، بنگال سے لیکر پنجاب تک غدر سے پہلے مجاہدین کا جو سیلاب سکھون کے مقابلہ کے لئے اٹھا تھا، اس کا سرچشمہ سید موصوف ہی کی ذات تھی، بالآخر سکھون کے ایک معرکہ مین پٹھانون کی بیوفائی سے اپنے رفقائے خاص کے ساتھ بہادری سے شہید ہوئے، اور شکست خوردہ جماعت یاغستان کی پہاڑیون مین پناہ گزین ہوئی اور مجاہدین کے نام سے اب تک قائم ہے، ثمر قند اس کا صدر مقام ہے، اور سید صاحب کے دوبارہ ظہور کی اب تک منتظر ہے،

مولنا عبد الحئی مرحوم کے والد ماجد بھی ایک فاضل یگانہ تھے، شعر و سخن، تاریخ و سیر کے ماہر اور داستان کہن کی بولتی زبان تھے، ان کا سفینہ ایک یادگار چیز ہے، اور ان کا تذکرہ ان کے عہد کا تاریخی سرمایہ ہے، مولنا عبد الحئی مرحوم کو یہ ذوق فن باپ ہی سے وراثت مین ملا تھا،

مولنا مرحوم نے ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ مین مولنا عبد الحئی صاحب اور مولنا محمد نعیم صاحب سے تعلیم پائی، حدیث شیخ حسین صاحب محدث یمنی سے بھوپال مین پڑھی، پھر کانپور آئے، اس وقت ندوة العلمار کا مرکز یہی شہر تھا، مولنا سید محمد علی صاحب ناظم تھے، ان کی نگاہ انتخاب فوراً اس جوہر قابل پر پڑی، وہ دن ہے اور ان کی وفات کا دن ہے کہ ندوہ ان کی خدمات سے کبھی محروم نہ رہا، ندوہ پر کیا کیا انقلابات آئے، کتنے ارکان بدلے، کتنے منتظمین آئے اور گئے، کتنے

اور ناظم عزل و نصب ہوئے، کتنے فتنے اور حوادث پیدا ہوئے، مگر ان تمام حالات و حوادث کے طوفان مین ثبات و استقلال کی صرف ایک چٹان تھی جو اپنی جگہ پر تھی، اور وہ مولنا سید عبد الحی صاحب مرحوم کی ذات تھی،

باوجود شغل مطب، فرائض ندوہ اور مذہبی رجوع عام کے وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھا کرتے تھے، اسلامی ہندوستان کے پورے ہزار سالہ عہد مین شعراء، مشائخ اور سلاطین کے سینکڑون تذکرے اور تاریخین لکھی گئین لیکن آزاد بلگرامی کی تصنیفات کو چھوڑکر ایک مختصر سا رسالہ بھی یہان کے علما اور فضلائے فن کے حالات مین نہین لکھا گیا، مولنا مرحوم نے اس نقص کو محسوس کیا، اور پورے بیس برس اس کام پر انھون نے صرف کئے، اور اس عرصہ مین ہندوستان کی اس سرحد سے اُس سرحد تک کوئی کتبخانہ نہین چھوڑا، جہان ان کو ذوق طلب کھینچ کرنے گیا ہو، اور بالآخر تقریباً آٹھ دس جلدون مین علمائے ہند کی پوری سوانح عمریان جمع کین، اسکا مقدمہ لکھا جس مین ہندوستان کے اسلامی علوم و فنون کی تاریخ مرتب کی، عربی مین ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک صفحہ نہین، جو کچھ معلوم ہو وہ انگریزی کی زبانی، مرحوم نے ہندوستان کی اسلامی تاریخ، سلاطین اسلام، یہان کے اسلامی تمدن، مساجد، مدارس، عمارات، شفاخانے، اور دیگر خصوصیات پر ایک پوری کتاب تیار کی، جو دار المصنفین کے اہتمام سے مجمع علمیہ پریس مین چھپ رہی ہی،

مرحوم کے تذکرہ شعرائے اردو کا ذکر اس سے پہلے ہی پرچہ مین آیا تھا، اور اس کے چند صفحے بھی ناظرین کے نذر کئے گئے تھے، تذکرہ کا آخری باب یعنی متاخرین کا حصہ انھون نے ہمارے پاس نہین بھیجا تھا، معلوم نہین کہ وہ ترتیب بھی پاسکا تھا یا نہین، سورت کانفرنس کی خواہش پر انھون نے

گجرات کی علمی تاریخ لکھکر پیش کی تھی جو ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے چھپکر شائع ہوئی ہو، علاوہ ازین چند اصلاحی رسائل نور ایمان، اصلاح، وغیرہ چھپے ہین، طبیب العائلہ (فیمیلی ڈاکٹر) طب مین بھی ان کا ایک رسالہ اردو مین چھپا ہی،

مرحوم نے اپنی معنوی یادگارون کے ساتھ چند ظاہری اولادین بھی چھوڑی ہین، ان کے بڑے صاحبزادہ کی عمر ۲۴-۲۵ کے قریب ہوگی، مگر مرحوم باپ کو یہ دھن تھی کہ علم و فن کا کوئی شعبہ اس یادگار خاندان کی ملکیت سے باہر نہ چھوٹنے، ندوہ مین عربی ادب کی کتابین انھین پڑھوائین، حدیث دیوبند بھیجکر، طب خود پڑھائی، علوم عربیہ سے فارغ کرکے ان کو انگریزی شروع کرائی چند سال مین بی ایس سی کی ڈگری حاصل ہوئی، پھر لکھنؤ میڈیکل کالج مین داخل کیا، اور اب دو برس ان کے ختم تعلیم مین باقی ہین، خدا سے دعا ہی کہ برادر عزیز کامیابی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرین، علم و فن اور دین و ملت کی خدمت مین اپنے نامور باپ کے جانشین ثابت ہون،

اسی سلسلہ مین ندوہ کا مسئلہ سامنے آتا ہی، ندوہ نے اپنی کامیابی کی اتنی مثالین پیش کی ہین کہ ان کے انکار کی جرأت نہین کی جاسکتی ہی، قوم کا فرض ہی اور اکابر ملت پر حق ہے، کہ وہ روشن خیال و روشن ضمیر علمائے ہند کی اس بست و پنج سالہ علمی و دینی جد و جہد کو دنیا مین قائم رکھین، کہ آج جو کچھ نظر آرہا ہی اور کیا جا رہا ہی علمائے ندوہ کی جماعت سب سے پہلی جماعت تھی جس نے اپنی عاقبت اندیشی کی آنکھون سے ان سب کو دیکھ لیا تھا، اور ان کا سامان کرنا شروع کر دیا تھا،

عمارت کی تکمیل سب سے پہلے ضروری ہی، دار الاقامہ، کتبخانہ اور مسجد بننا تمامتر باقی ہی، اصل

درسگاہ مین بھی کئی ہزار روپے کی ضرورت ہی اس وقت دار العلوم ندوہ مین ہندوستان کے ہرصوبہ کے طلبہ زیرتعلیم ہین، اس لئے اس وسیع ملک کے ہرصوبہ سے اس کی اعانت اور امداد کا سوال ؟

۷، فروری کو علی گڈہ مین جامعہ ملیہ کا دوسرا سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد منعقد ہوا، ہرصوبہ کے قومی کارکن جلسہ مین شریک تھے، اس سے بڑھکر یہ کہ مشرقی اور مغربی دونون علوم کے ماہرین پہلو بہ پہلو جلوہ فرما تھے، ڈاکٹر پی سی رائے، ڈاکٹر ضیاء الدین، ڈاکٹر محمود، ڈاکٹر انصاری، خواجہ مجید، شیخ معظم علی، سید محفوظ علی، سید ہادی حسن سائنٹسٹ، تصدق شیروانی، وغیرہ ایک طرف، اور مولنا حمید الدین صاحب مفسر نظام القرآن، مولنا ابو الکلام، مولنا عبد الماجد بدایونی، مولنا اسلم جیراجپوری، مولنا محمد سورتی، حکیم محمد اجمل خانصاحب، وغیرہ دوسری طرف، یہ منظر نمایان کرتا تھا کہ جامعہ ملیہ کا مقصود مشرق و مغرب دونون کو یکجا کرنا ہی،

جلسہ تمامتر سادگی اور صفائی کا نمونہ تھا، پورا ہال سائبان اور صحن حاضرین سے بھرا تھا، سنڈیکیٹ اور اسٹاف کے ارکان اپنے اپنے رنگ کی عباؤن مین تھے، ڈاکٹر رائے جو ہندوستان کے سب سے بڑے سائنٹسٹ اور خصوصاً بڑے کیمسٹ (ماہر کیمیا) ہین، وہ صدر جلسہ تھے، انھون نے انگریزی مین اپنا خطبۂ صدارت پڑھا، جو مسلمانون کی علمی تاریخ کے بیانات سے لبریز تھا، انھون نے کہا کہ جامعہ کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ اپنے اسلاف کی علمی روایات کو عملیات کی صورت مین پیش کرے،

ڈاکٹر رائے تپلے دبلے سے، کالے رنگ کے بوڑھے آدمی ہین، سادگی اور بے تکلفی مین نمونہ ہین، ان کو دیکھکر کوئی شخص اون ڈاکٹر رائے ہونے کا گمان نہین کرسکتا جس کے پرشور تحسین سے مشرق و مغرب کے کیمیاخانے اور دار التجربے معمور ہین، وہ طالبعلمون کیساتھ زمین پر بیٹھکر آسمان کی باتین (فلکیات) کرتے تھے،

مقالات

عیسائیت[1] اور اسلام

(دونون کی اشاعت کیونکر ہوئی ؟)

از

مولنا عبد السلام ندوی

ایک گروہ کے دل مین یہ غلط خیال پیدا ہوگیا ہی کہ اس وقت دنیا کے طول و عرض مین جو تین عظیم الشان مذہب یعنی اسلام، عیسائیت، اور یہودیت پھیلے ہوئے ہین، اون مین صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہی جو بزور شمشیر پھیلا ہی کیونکہ

(۱) بعض صحابہ نے ہجرت کے قبل بعض مخالفین دعوت اسلامیہ کے مقابلہ مین جبر و تشدد سے کام لیا ہی، چنانچہ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ اور ابوجہل کے ساتھ خانہ کعبہ مین جو واقعہ پیش آیا وہ اسی قسم کا ہی، اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے اسلام کو جو قوت حاصل ہوئی اوس کی وجہ صرف یہی تھی کہ یہ لوگ قریش مین نہایت جنگجو اور طاقتور تھے،

(۲) اسلام مین جہاد بھی اسی غرض سے فرض ہوا،

(۳) اور اس لئے فتوحات اسلامیہ کی حیثیت سیاسی نہ تھی بلکہ مذہبی تھی اور اس کو اشاعت اسلام کا ایک ذریعہ بنایا گیا تھا،

لیکن ان مین ایک دلیل بھی صحیح نہین ہی،

[1] ملخص از رسالہ کیفیۃ انتشار الادیان للرفیق المعروف بعظم زادہ مطبوعہ مصر،

(۱) حضرت حمزہؓ اور ابو جہل کے درمیان جب یہ واقعہ پیش آیا تھا، اوس وقت وہ صحابی نہ تھے، بلکہ وہ اس واقعہ کے بعد اسلام لاکر صحابہ کے گروہ مین شامل ہوئے، انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی اور تذلیل و تحقیر سے ابوجہل کو بے شبہہ بزور روکنا چاہا تھا لیکن اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ ان کے بھتیجے اور قرابت دار تھے، اور اس وقت قریش رسول اللہ صلعم کے ساتھ جس اہانت آمیز طریقہ سے پیش آرہے تھے، اُس کو بنو ہاشم کی عربی عصبیت اور خاندانی حمیت خاموش نہین رہ سکتی تھی، اس بنا پر صرف حضرت حمزہؓ ہی نے اس وقت رسول اللہ صلعم کی حمایت نہین کی بلکہ بنو ہاشم کا پورا قبیلہ آپ کا پشت پناہ بنگیا، حضرت ابوطالب باوجودیکہ مسلمان نہ تھے تاہم وہ اسی خاندانی عصبیت کی بناپر آپ کی حمایت کرتے تھے، قریش نے تین سال تک بنو ہاشم سے اپنے تمام تعلقات ایک عام تحریری معاہدہ کے ذریعہ سے منقطع کرلئے تھے، اور بنو ہاشم بھی اس ذلت کو گوارا کرکے اپنی قوم سے تین سال تک کیلئے بالکل الگ ہوگئے تھے، لیکن اس مین رسول اللہ صلعم کی خاندانی حمایت کے سوا اور کون سا مذہبی جذبہ شامل تھا؟ اس وقت تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا بنو ہاشم مین کوئی مسلمان بھی نہ تھا،

ابتدائے اسلام مین جب آپ اور آپ کے اتباع کی ایک مختصر سی جماعت قریش کے مظالم کا تختہ مشق بن رہی تھی اوس وقت آپنے بے شبہہ یہ دعا فرمائی تھی کہ خداوندا! عمر بن خطاب یا ابوالحکم بن ہشام کے ذریعہ سے اسلام کو قوت دے" لیکن اس دعا کا مقصد یہ نہ تھا کہ ان لوگون سے اسلام کی جبری اشاعت مین کام لیا جائے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش مین یہ دونون آدمی نہایت صاحب اثر تھے، اس لئے ان مین جو شخص بھی مسلمان ہوجاتا وہ آپ کو مخالفین کی ایذارسانی سے محفوظ رکھ سکتا اور آپ علانیہ اسلام کی دعوت دے سکتے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے

اسلام کے بعد یہ مقصد حاصل ہوگیا اور اونھون نے اسلام لانے کے بعد آپ سے صاف صاف کہدیا کہ "ہم حق پر ہین اور کفار باطل پر، پھر ہم اپنے مذہب کو کیون چھپاتے ہین؟" آپ نے فرمایا کہ "ہماری جماعت نہایت مختصر ہے، اور کفار کی ایذارسانی کا تماشا تم دیکھ چکے ہو" بولے "مین اس سے پہلے جن جن مجلسون مین کفر کو لیکر بیٹھا ہون ان مین اب اسلام کو لیکر بیٹھونگا"، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے مسلمانون کی دو صفین جن مین ایک مین حضرت حمزہؓ اور دوسرے مین حضرت عمرؓ شامل تھے قائم کین، اور اس جماعت کو لیکر علانیہ مسجد حرام مین داخل ہوئے،

(۲) جہاد کے مشروعیت کی غرض صرف اس قدر تھی کہ جب آپ دعوت اسلام کا اعلان کرچکے، عرب مین اسلام پھیل چکا اور چند اکابر صحابہ مثلاً حضرت حمزہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانون کی تعداد مین کافی اضافہ ہونے لگا تو قریش کے دل مین اس کامیابی نے بغض و حسد کا تنور گرم کردیا، اور اونھون نے ہر ممکن ذرائع سے رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کی راہ مین رکاوٹین پیدا کرنی شروع کین، یہان تک کہ جب آپ حج وغیرہ کے زمانے مین قبائل عرب کو دعوت اسلام دینے کے لئے تشریف لیجاتے تھے تو ابولہب بھی ساتھ ساتھ جاتا تھا اور جب آپ تبلیغ کرچکتے تھے تو کہتا تھا کہ "لوگو! اس دعوت کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم لوگ لات و عزیٰ کو چھوڑ کر اس بدعت کو قبول کرلو، پس اس کی بات نہ سنو، اور اس کا کہنا نہ مانو" لیکن جب اس رکاوٹ مین بھی کامیابی نہین ہوئی تو انھون نے جبر و تشدد سے کام لینا شروع کیا، اور صحابہ کو اذیت دینے لگے، چنانچہ ان مظالم سے تنگ آکر بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد آپنے مدینہ کی طرف مجبوراً ہجرت کی اور ہجرت کی ترغیب بھی خود انصار کے اُن ستر آدمیون نے دی تھی جو آپ کے پاس مخفی طور پر آئے تھے، اور یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ قریش کے مقابلہ مین آپ کی حمایت کرینگے اور اس وقت حضرت عباس بن عبادہ انصاریؓ نے تو یہان تک کہدیا تھا کہ اگر آپ چاہین تو ہم

اہل سنی پر کل ہی تلوار لیکر ٹوٹ پڑین لیکن آپ نے فرمایا کہ "ہم کو اس کی اجازت نہین" اس کے بعد آپ نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت دی اور بعد کو خود ہجرت کے ارادہ سے نکلے، قریش کو خبر ہوئی تو انھون نے آپ کی جان لینے کا عزم کر لیا، لیکن خداوند تعالی نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا، اب قریش کا غصہ اور بڑھا، اور جب ان کو انصار کی حمایت کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے آپ کی ضرررسانی کے تمام دروازے مسدود پائے، صرف ایک ذریعہ باقی رہ گیا تھا یعنی یہ کہ تمام قبائل عرب کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرین تاکہ خانہ کعبہ کی مجاورت اور سدانت کی وجہ سے عرب مین ان کا جو مذہبی اور اخلاقی اثر قائم ہے اس کو محفوظ رکھ سکین، چنانچہ انھون نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور جب اہل عرب بالخصوص قریش کے تیر ہر طرف سے مدینہ مین بھی آنے لگے تو اس وقت جہاد فرض ہوا، لیکن اس کے ذریعہ سے اسلام کی جبری اشاعت مقصود نہ تھی، بلکہ صرف اوس جماعت کا محفوظ رکھنا مقصود تھا جس کا تحفظ اسلام کی تدریجی اشاعت کا ذریعہ ہو سکتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس جنگ مین شامل نہ تھے اُن کے متعلق خداوند تعالی نے مسلمانون کو یہ حکم دیا تھا،

لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون ؛

جن لوگون نے تم سے مذہبی جنگ نہین کی اور تم کو تمھارے گھرون سے نہین نکالا خدا اُن کے ساتھ بہ طریق نیک بطریق انصاف پیش آنے سے تم کو منع نہین کرتا، خدا تو انصاف کرنیوالون کو دوست رکھتا ہے، خدا صرف ان لوگون کی دوستی سے منع کرتا ہے جنھون نے تم سے مذہبی جنگ کی، تم کو تمھارے گھرون سے نکالا، اور تمھارے نکالنے مین باہم اعانت کی، جو لوگ ان کے ساتھ دوستی کرتے ہین وہ ظالم ہین۔

اس تفصیل کے بعد یہ کون کہ سکتا ہے کہ اسلام مین جہاد اشاعت مذہب کی غرض سے فرض کیا گیا، ؟ اگر مشروعیت جہاد کا یہ مقصد ہوتا تو آپ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب مین اشاعت اسلام کے لئے مبلغین کو کیون روانہ فرماتے ؟ اس وقت آپ کے پاس وہ عظیم الشان فوج موجود تھی جس نے مکہ کو فتح کیا تھا، اور آپ کے اور مسلمانون کے سب سے زیادہ خطرناک دشمنون کو شکست دی تھی، اس لئے آپ اس کے ذریعہ سے کامیابی کے ساتھ اسلام کی جبری اشاعت کر سکتے تھے، لیکن چونکہ اس کے ذریعہ سے صرف مسلمانون کے خطرناک دشمنون کا استیصال مقصود تھا، اور اس قسم کے خطرناک دشمن صرف قریش ہی تھے اس لئے جنگ کے ذریعہ سے ان کا استیصال کیا گیا، بقیہ عرب کے اور قبائل صرف قریش کے خوف سے اُن کے شریک ہو جاتے تھے خود اُن کے دل مین بغض و عداوت کا کوئی خاص جذبہ نہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلعم نے ان کو دعاۃ اسلام کے ذریعہ سے حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ اسلام کی دعوت دی،

جن لوگون کو آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا تھا اُن مین حضرت خالد بن ولیدؓ کو آپ نے قبیلہ بنو جذیمہ کی دعوت کے لئے روانہ فرمایا تھا، اور ان کو جنگ کی اجازت نہین دی تھی لیکن اُنھون نے وہان پہنچکر غلطی سے خونریزی کی، چنانچہ جب آپ کو اس کا حال معلوم ہوا تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا "خدایا خالد نے جو کچھ کیا مین تیرے سامنے اس سے برأت ظاہر کرتا ہون" اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے روانہ فرمایا، مقتولین کے جان و مال کی دیت ادا فرمائی حضرت خالدؓ نے اس کی معذرت کی اور اس معاملے مین قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

یا ایھا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا

مسلمانو ! جب تم خدا کی راہ مین نکلو تو خوب چھان بین کر لیا کرو

یہ ایک طویل واقعہ ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، لیکن اس سے بہر حال یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن کفار سے مسلمانون کو کوئی خطرہ نہین تھا آپ اُن کے ساتھ جنگ روا نہین رکھتے تھے، اور جہاد اسلام مین تبلیغ و اشاعت کے لئے فرض نہین ہوا تھا بلکہ دعوت مذہبی اور جہاد جیسا کہ آگے آتا ہے دو مختلف چیزین ہین،

(۳) اس مسئلہ مین سب سے زیادہ اہم معاملہ فتوحات اسلامیہ کا ہے، مخالفین اس کو مذہبی فتح خیال کرتے ہین، اور اس کو ایک مذہبی دعوت کا خطاب دیتے ہین، خود شریعت اسلامیہ مین جہاد کی تین شرطین ہین، اسلام یا جزیہ یا تلوار، اور فریق مخالف انھی تینون شرائط کی بنا پر کہتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے، لیکن یہ خیال صحیح نہین ہے، کیونکہ ان شرائط مین ایک شرط جزیہ قبول کرنے کی بھی ہے، اس لئے اگر اسلامی فتوحات کو مذہبی دعوت کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا تو محارب قومون کو اسلام یا جزیہ کے قبول کرنیکا اختیار نہ دیا جاتا بلکہ اسلام یا تلوار کے سوا ان کو کوئی دوسرا حق نہ حاصل ہوتا، اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جزیہ کی شرط صرف رفق و ملاطفت کے لئے پیش کیجاتی تھی،

قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ہدایت و ارشاد کے لئے خداوند تعالی نے رسول اللہ صلعم کو متعدد اوصاف کا مجموعہ بنا کر مبعوث فرمایا تھا،

انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا

ہم نے تجھکو ایک گواہ، ایک خوشخبری دینے والا ایک ڈرانے والا، خود خدا کی اجازت سے خدا کی طرف بلانے والا اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے،

ان اوصاف کے ساتھ آپ کو دعوت کا یہ طریقہ بتایا تھا،

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن

اپنے خدا کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ بطریق احسن بحث و مباحثہ کرو

اور مسلمانون کو یہ ہدایت فرمائی تھی،

یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم،

مسلمانو تم صرف اپنی ذات کے ذمہ دار ہو، اگر تم نے راستہ پا لیا تو جو لوگ گمراہ ہین اُن سے تم کو کوئی نقصان نہین پہنچ سکتا

سب سے بڑھکر یہ کہ صاف صاف اعلان فرما دیا تھا،

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی

مذہب مین کوئی زبردستی نہین ہے، ہدایت اور گمراہی دونون الگ الگ ہوگئے ہین،

لیکن اگر فتوحات اسلامیہ کو دعوت الی الدین کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا تو جزیہ کی طرح ان آیتون کے بھی کوئی معنی نہ ہوتے،

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی فتوحات کو مذہب سے کوئی تعلق نہین ہے، بلکہ اُن کی حیثیت بالکل سیاسی ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ مذہب اور سیاست دونون کا مجموعہ ہے اور اوس کا سیاسی حصہ صرف شخصی معاملات تک محدود نہین ہے، بلکہ بین الاقوامی حقوق و معاملات پر بھی مشتمل ہے، اور اس حیثیت سے شریعت اسلامیہ کے دو مختلف حصے ہین، ایک دینی اور دوسرا دنیوی، دینی حصہ مین عبادات اور ترغیب و ترہیب وغیرہ شامل ہین، اور دنیوی حصے کا ایک جزو معاملات مثلاً تمدنی حقوق اور حدود و قصاص وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے، اور دوسرے جزو کی حیثیت خالص سیاسی ہے، یعنی اس حیثیت سے اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ ایک ایسا امام مقرر کرے جو کتاب و سنت کے حدود و احکام کے مطابق جماعت اسلامیہ کے عام مصالح و فوائد کا محافظ ہو، فتوحات اسلامیہ نے اسی سیاسی مقصد کی تکمیل کی ہے اور اسلام نے بالکل غیر جنگجویانہ طریقہ سے اپنے مذہبی مقصد کو پورا کیا ہے، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی اشاعت صرف تبلیغ و دعوت سے ہوئی ہے، کسی مادی طاقت سے اس کو کوئی تعلق نہین ہے،

اشاعت اسلام

ہجرت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفین بالخصوص قریش کے درمیان
لوگون کو اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے، لیکن قریش نے اس غیر جنگجویانہ دعوت مین محض رشک
وحسد سے رکاوٹین پیدا کین اور آپ اور آپکے اصحاب کو سخت اذیتین دین، نتیجہ یہ ہوا کہ بہت
سے صحابہ کو جن مین حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے مجبوراً حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی لیکن باایں ہمہ
رسول اللہ صلعم اپنے فرض سے باز نہین آتے تھے، بلکہ جب زمانہ حج مین مکہ مین عرب کے تمام قبائل
جمع ہوتے تھے تو آپ اُن کے پاس جاکر اسلام کی دعوت دیتے تھے، اور اس کا مختلف طریقون
سے جواب دیا جاتا تھا، بعض لوگ آپسے بحث ومباحثہ کرتے تھے، بعض لوگ مہلت مانگتے تھے،
بعض لوگ شریفانہ اور بعض لوگ غیر شریفانہ طور پر اس دعوت کو رد کر دیتے تھے، اور بعض
لوگ قریش کے خوف سے مخفی طور پر اسلام قبول کر لیتے تھے، چنانچہ اسی طریقہ کے مطابق ایک
روز آپ دعوت اسلام دے رہے تھے کہ عقبہ کے پاس قبیلۂ خزرج کی ایک جماعت سے آپ
کی ملاقات ہوگئی اور آپنے اُن کو بھی حسب عادت اسلام کی دعوت دی، یہ لوگ اسلام لائے
اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہی بیعت ہے جو تاریخ اسلام مین بیعت عقبہ اولی کے نام سے مشہور
ہے، یہ لوگ مکہ سے چلنے تو آپنے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اون کے ساتھ کر دیا اور اُن کو حکم دیا کہ
ان لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم دین، حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہونچے تو حضرت اسعد بن زرارہؓ
کے مکان پر قیام فرمایا، اور مسلمانون کی ایک جماعت اُن کی ملاقات کو حاضر ہوئی حضرت سعد
بن معاذؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ کو اُن کے آنے کا حال معلوم ہوا تو حضرت اسید بن حضیرؓ محض
انکشاف حال کے لئے اُن کی خدمت مین آئے اور انھون نے حسب معمول اونکو بھی اسلام کی دعوت

دی، اور وہ مسلمان ہوگئے، حضرت سعد بن معاذؓ نے بھی ان کی تقلید کی اور اُن کے ساتھ تمام
قبیلۂ بنو الاشہل ایک ہی دن مین مسلمان ہو گیا، اس کے بعد حضرت مصعب بن عمیرؓ برابر دعوت
اسلام مین مصروف رہے، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کے ہر گھر مین کچھ نہ کچھ مسلمان مرد اور کچھ نہ کچھ مسلمان
عورتین پیدا ہوگئین، بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد جب رسول اللہ صلعم نے ہجرت فرمائی اور آپ کو انصار
کی حمایت حاصل ہوئی تو قریش کا غصہ حد سے بڑھ گیا اور انھون نے باشندگان مدینہ واطراف مدینہ
مین یہود بنو قریظہ اور یہود بنو نضیر کو آپکے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور اسلام مین جہاد کی مشروعیت
کا سبب قریش ویہود کی یہی فتنہ انگیزیان ہوئین، لیکن جب متعدد لڑائیون کے بعد مخالفین اسلام
کا زور ٹوٹ گیا اور اسلام کو دنیا مین ثبات واستحکام حاصل ہوا، تو مسلمانون کی تعداد مین خود
بخود اضافہ ہونے لگا اور آپ کی خدمت مین سرداران مکہ مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت عمرو
بن العاصؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ وغیرہ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے، ایک مسلمان
کی حیثیت سے حاضر ہونے لگے، بالخصوص صلح حدیبیہ کے بعد جب کافرون اور مسلمانون مین
آزادانہ میل جول پیدا ہوا اور قریش کے تعصب نے جو موانع وعوائق پیدا کر دئے تھے وہ دور
ہوگئے، تو بکثرت لوگ مسلمان ہوئے، جن مین حضرت معاویہؓ سرداری کی حیثیت رکھتے تھے
اسی زمانہ مین رسول اللہ صلعم نے اطراف وجوانب کے سلاطین مثلاً قیصر، نجاشی، حارث غسانی
اور مقوقس وغیرہ کو دعوت اسلام دی، اور ان اہل کتاب بادشاہون کے علاوہ، کسریٰ منذر
بن ساوی اور ہوذۃ الحنفی وغیرہ تک بھی اسلام کا پیغام پہنچایا، اس کے بعد آپ کی توجہ
قریش کی طرف مبذول ہوئی اور مکہ مین ایک عظیم الشان جنگ کے ذریعہ سے اون کو شکست دی،
اور اون کے تمام بتون کو پاش پاش کر دیا، اب وہ لوگ بھی بطیب خاطر مسلمان ہو گئے،
اور چونکہ قریش کو تمام عرب پر مذہبی سیادت حاصل تھی اس لئے وہ لوگ اپنے اسلام کیساتھ

قریش کے اسلام کا انتظار کر رہے تھے، لیکن جب قریش نے خود اسلام قبول کر لیا، اور اہل شر و فساد کا خاتمہ ہو گیا تو ہر طرف سے آپ کی خدمت مین وفود نے آ آ کر قبول اسلام کا اعلان کیا اور مسائل شریعت کی تعلیم کا شوق ظاہر کیا، چنانچہ قبیلہ ثقیف کا وفد شمول حلاف مثلاً عبد یلیل بن عمرو بن عمیر، حکم بن عمرو بن وہب شرحبیل بن غیلان وغیرہ حاضر ہوا، اسی طرح وفد بلی، وفد اسد، وفد دارئین، وفد بنو تمیم و وفد بنو فزارہ اور وفد بنو ثعلبہ وغیرہ حاضر خدمت ہوئے، سلاطین حمیر نے بھی اپنے قاصد روانہ کئے اور اُن کے ذریعہ سے بذریعہ خط کے اپنے اسلام کا اعلان کیا،

الغرض فتح مکہ کے بعد جیسا کہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے،

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس — جب خدا کی مدد اور فتح آ گئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا

یدخلون فی دین اللہ افواجاً الخ — کے دین مین جوق در جوق داخل ہو رہے ہین تو الخ

نہایت کثرت سے لوگ خود بخود دائرہ اسلام مین داخل ہونے لگے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر قناعت نہین کی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کیطرف دعوت اسلام کیلئے روانہ فرمایا اور اُن کی تبلیغ و ہدایت سے ہمدان کا پورا قبیلہ ایک ہی دن مین مسلمان ہو گیا اور اس کے بعد تمام اہل یمن نے اسلام قبول کرنا شروع کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے سجدہ شکرانہ ادا فرمایا، اسلام کی یہ وسعت عرب ہی تک محدود نہ تھی بلکہ خود عہد رسالت ہی مین اسلام حبش اور افغانستان تک پہنچ گیا تھا، چنانچہ مورخین افغانستان[1] کا بیان ہے کہ وہان اسلام کی اشاعت عرب کے ایک یہودی مسلمان کے ذریعہ سے ہوئی جس کا نام خالد تھا، اس کے ساتھ افغانی امرا کا ایک وفد بھی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا،

[1] صاحب رسالہ نے اس واقعہ کے متعلق تتمۃ البیان نے تاریخ الافغان کا حوالہ دیا ہے لیکن اسلام کی قدیم تاریخون مین اس کا تذکرہ نہین ہے اور ہم کو کسی افغانی صحابی کا نام بھی معلوم نہین،

اور فتح مکہ مین نمایان بہادری دکھلائی، اس وفد کے رئیس کا نام قیس[1] تھا اور اسی وجہ سے افغانستان مین آج تک اس کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے،

عہد رسالت مین اور بہت سے با اقتدار لوگ مثلاً نجاشی، شاہ حبش، مقوقس، شاہ مصر، اور ہرقل شاہ شام، خفیہ و علانیہ اسلام لائے، اور یہ سب کچھ محض غیر جابرانہ تبلیغ و دعوت کا نتیجہ تھا، اگر اسلام مین جبری اشاعت جائز ہوتی تو اوس کے سب سے زیادہ مستحق یہود بنو نضیر تھے، کیونکہ وہ بالکل مدینہ کے متصل آباد تھے، رسول اللہ صلعم کو اذیتین دیتے تھے، بلکہ آپ کے قتل کی بھی ٹھان لی تھی، اور اسلام اوس وقت ان پر جبر کرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا، لیکن آپ نے اُن کے جان، مال اور مذہب سے کوئی تعرض نہین کیا بلکہ اون کو صرف جلا وطن فرما دیا،

اسلام کے غیر جابرانہ اشاعت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قریش صحابہ کو ہر قسم کی ایذائین دیتے تھے، ان کی تذلیل و تحقیر کرتے تھے، ان کی جان لینے سے بھی اون کو دریغ نہ تھا، لیکن با این ہمہ اُن مین کسی نے ترک اسلام نہین کیا، بلکہ وہ اور بھی شدت کے ساتھ اسلام کے پابند ہو گئے، اور رسول اللہ صلعم کی محبت اُن کے دلون مین اور بھی راسخ ہو گئی، چنانچہ جب حضرت زید ابن الدثنہ کو کفار قتل کرنے کے لئے چلے تو اون سے ابو سفیان نے کہا، "کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تمھارے عوض محمد کی گردن مار دیجائے؟" اونھون نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم مین یہ بھی پسند نہین کرتا کہ مین اپنے گھر مین بیٹھا رہون اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک مین ایک کانٹا بھی چبھ جائے،" ابو سفیان نے یہ فقرے سنے تو کہا کہ "محمد کے اصحاب محمد کی جس قدر محبت کرتے ہین مین نے ایسی محبت نہین دیکھی،" لیکن اگر ان لوگون نے بجبر اسلام قبول کیا ہوتا تو نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلتا،

عہد رسالت کے بعد جب دنیا مین مسلمانون کو غلبہ حاصل ہوا اور دوسری قومون کو

[1] یہ عربی نام ہے لیکن صاحب رسالہ کا خیال ہے کہ اسلام لانے کے بعد یہ نام رکھا گیا ہوگا،

اسلام کے فضائل نمایان طور پر نظر آنے لگے تو اسلام اور بھی سرعت کے ساتھ پھیلنے لگا، لیکن اس زمانہ مین بھی کسی قسم کے جبر واکراہ سے کام نہین لیا گیا، بلکہ خلافت راشدہ کے زمانے سے خلفائے عباسیہ کے زمانے تک اگرچہ کروڑون اہل کتاب اسلام کے زیر اقتدار آئے، لیکن کسی اسلامی فاتح نے کسی قوم کو اسلام لانے پر مجبور نہین کیا، بلکہ ان قومون نے مختلف زمانون مین خود بخود بتدریج اسلام قبول کیا، مثلاً مشرق مین ایشیائے وسطیٰ، شام اور مصر کے عیسائی تقریباً تیس برس کی مدت مین تدریج اسلام لائے، اور اون کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ اس وقت مشرقی عیسائیون مین اریوس کا مذہب پھیل گیا تھا، اور اسکندریہ کا یہ پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا قائل نہ تھا اور اون کو خدا کے بجائے صرف ایک پیغمبر کہتا تھا، مسلمان بھی اسی عقیدہ کے ساتھ مشرق مین پھیلے، اور اریوسی مذہب کے عیسائیون کو اس اتحاد عقیدہ کے ساتھ اسلام کے اور فضائل بھی نظر آئے، تو وہ خود بخود مسلمان ہونے لگے، یہان تک کہ نصف صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ چار حصون مین مشرقی عیسائیون کا تین حصہ خود بخود مسلمان ہوگیا،

خراسان اور عام ایرانی ممالک کے باشندے ولید اور سلیمان بن عبد الملک کے زمانے مین مسلمان ہوئے، سندھ اور اوس کے قرب وجوار مین ترکستانی ممالک کے رہنے والے پہلی صدی کی ابتدا مین حضرت عمر بن عبد العزیز کی دعوت سے اسلام لائے، اور اون کے سلاطین کے نام عربی رکھے گئے، اسی صدی مین افریقہ کے بربرون نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے سیرت و اخلاق کی خبر سنکر اسلام قبول کیا، اور طرابلس اور تونس کے باشندون نے بھی اس مین اون کا ساتھ دیا، اندلس کے مسلمان بھی زیادہ تر مغرب ہی (افریقہ) سے نکل کر وہان آباد ہوگئے تھے، ان مین کچھ لوگ عرب کے قبائل سے بھی تعلق رکھتے تھے، اس بنا پر اندلس مین بھی اسلام اسی سرزمین افریقہ سے پھیلا، غرض مفتوحہ اسلامی ممالک مین اسی طریقہ سے بتدریج اسلام کی اشاعت ہوئی،

اور وہ ہمیشہ دنیا کے تمام حصون مین اسی طرح پھیلتا رہا، مثلاً سائبیریا کی آبادی بارہ ملین ہے لیکن اس مین صرف تھوڑی سی تعداد بت پرستون کی ہے، جنکو سلطنت روس نے اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد چند مسلمانون کے ساتھ بجبر عیسائی بنا لیا ہے، ان کے سوا بقیہ لوگ سب کے سب مسلمان ہین حالانکہ سائبیریا مین کسی اسلامی فاتح کا قدم تک نہین پہونچا ہے،

ایک عجیب بات یہ ہے کہ یورپ کے بعض جغرافیہ نویس چند سائبیرین مسلمانون کے سوا کسی اور مسلمان کا نام نہین لیتے حالانکہ وہ ایک اسلامی ملک ہے، اور تقریباً سات سو برس تک وہان اسلامی سلطنت قائم رہ چکی ہے، اور تقریباً دو ہی سو برس سے اوس کا خاتمہ ہوا ہے، ترغیز چغتائی اور تاتاری قبائل جو چین کے اطراف مین پھیلے ہوئے ہین، اور جنکی تعداد چینی مسلمانون سے مل کر تقریباً ستر ملین تک پہونچ جاتی ہے، سب کے سب مسلمان ہین، حالانکہ یورپین جغرافیہ نویسون کے نزدیک چینی مسلمانون کی تعداد پندرہ ملین سے زیادہ نہین ہے،

جزائر محیط[1] اور آفریقہ کے سوڈانی باشندے جن کے متعلق تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ان مین تین ثلث مسلمان ہین، اور اب تک اُن مین اسلام نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اس کے علاوہ ان مختلف قومون اور ان دور دراز ملکون مین کسی اسلامی فاتح نے قدم تک نہین رکھا ہے اس لئے ان کے اسلام کے متعلق ایک عقلمند آدمی کیا کہہ سکتا ہے؟ کیا یہ لوگ بجبر اسلام لائے ہین؟ یا انھون نے بخوشی اسلام قبول کیا ہے؟ بہرحال اس وقت دنیا مین مسلمانون کی تعداد تین سو پینتالیس ملین ہے[2] اور یہ کسی دلیل سے نہین ثابت ہو سکتا کہ ان لوگون نے اسلام کو جبراً قبول کیا ہے،

[1] چین مین اسلام پہلی صدی مین ان عربون کے ذریعہ سے پھیلا جو وہان تجارتی اغراض سے آئے تھے، جزائر محیط مین بھی اسلام انھین کے ذریعہ سے پھیلا جو ۲۳۰ھ مین جدید ممالک کے پتہ لگانے کے لئے لشبونہ سے نکلے تھے، شریف ادریسی کے جغرافیہ سے جسکا نام نزہۃ المشتاق ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جزائر امریکہ تک پہنچ گئے تھے، اور غالباً وہین سے محیط شرقی کی طرف بڑھے، بہرحال یورپین مورخین تک کا یہ خیال ہے کہ جزائر محیط مین اسلام عربون کے ذریعہ سے پھیلا، [2] یہ اُس صحیح تعداد کے لحاظ سے کہ چین مین مسلمانون کی تعداد ساٹھ ملین ہے،

اربعینیات

از مولانا راغب جیلانی بدایونی

ہمارے دوست مولانا راغب بدایونی مشہور خانوادۂ علم سے ہین، ادن کے بزرگون کا متروکہ کتبخانہ کسی زمانہ مین نوادر کتب کا عجائب خانہ تھا، مگر افسوس کہ گردش زمانہ سے ادس کا بہت کچھ حصہ کہین سے کہین پہنچ گیا، اور اب بھی ادس مین حدیث و رجال و تاریخ کی کچھ نادر کتابین موجود ہین، مولانا راغب کا علمی ذوق و شوق ہمارے لیے حوصلہ افزا ہے، اور امید ہے کہ وہ اپنے خاندان کے علمی مرتبہ کو اپنی علمی خدمات سے برقرار رکھینگے، آج وہ پہلی دفعہ ہماری بزم مین رونق افروز ہوئے ہین، لیکن اُمید ہے کہ وہ بار بار ہمین اپنی روحانی ملاقات کا شرف بخشا کرینگے،

عشق رسولؐ جب مسلمانون کا ایمان تھا، تو آنحضرت صلعم کی بات بات اور ادا ادا کی تتبع و اتباع پر مٹے ہوئے تھے، آج مجموعۂ کتب حدیث و خبر (جسے ہماری بربادی دین و ملت خلاصۂ بصائر و عبر کہتی ہے) ہم دیکھتے ہین، اور کثرت تبویب و احادیث مکررہ کا ہجوم سامنے آتا ہے، تو تعجب کرتے ہین، غالباً ہمین معلوم نہین، کہ تجدد حدیث کے مجنون (سلف صالحین) ہمین بھی اپنا سا دیوانہ (مسلمان) جانتے تھے،

غلط ہو یا صحیح مگر تھا ان بزرگون کا حسن ظن، جس کے سبب آج ہمارے کتابخانون مین نہ سہی، کتب تاریخ مین حدیث کے دو ایک جزو نہین بلکہ ضخیم مجلدات ہر باب مین مذکور ہین، اگرچہ آہ! آنکھون کے سامنے موجود نہین جوامع و سنن، مسانید و معاجم، اجزاء و امالی اور مشیخات کا نام تم نے سُنا ہوگا، اور ادن مین سے بعض تبرکات کی زیارت بھی کی ہوگی، اور باعتبار تعداد و روات ثلاثیات رباعیات، خماسیات، سداسیات، سباعیات، ثمانیات عشاریات کا ذکر بھی (عشاریات سیوطی مین) پڑھا ہوگا، لیکن معلوم ہے کہ باعتبار تعداد حدیث

اربعینیات[1] کے دفتر کا کیا عالم ہے؟

اختیار عدد اربعین (چالیس حدیثین) و جمع اربعین کا کیا باعث ہے، کہا جاتا ہے یہ حدیث اس کا باعث ہے

من حفظ علیٰ اُمتی اربعین حدیثا بعثہ اللہ یوم القیٰمۃ فی زمرۃ العلماء و الفقہاء،	جس نے ہماری امت کے لئے چالیس حدیثین محفوظ کرین اسکا حشر علماء اور فقہاء کے زمرہ مین ہوگا،

مگر یہ حدیث تو صحیح نہین، اگرچہ کثرت طرق اور تعدد روایات کی حیثیت سے بہت مشہور ہے، لیکن ان مین ایک طریق بھی محفوظ نہین، **ابن جوزی** نے "العلل المتناہیہ" مین ہر طریقہ پر تنقید کی ہے، اور ناقدین حدیث کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ کوئی طریقہ ایسا نہین جس مین کوئی کذاب، وضاع، متروک الحدیث نہو" و بل الغمام" مین قاضی **شوکانی** نے اس حدیث پر بسیط تقریر کی ہے، اور ایک فقرہ قابل ذکر ہے، ان کل طرایق منھا مظلمۃ محشوۃ بالضعفاء والکذابین والوضاعین فہی ظلمات بعضہا فوق بعض،

پھر لکھا ہے کہ "فضائل مین ضعیف پر عمل کا اصول ہی صحیح نہین، پھر یہ حدیث تو ثابت ہی نہین، تعدد طرق و روات کا اعتبار کیا، ایک کذاب سے کیا یہ ممکن نہین، کہ ایک جھوٹ کے لئے اس پر جھوٹ جوڑ دے"،

جب اس حدیث کا یہ حال ہے تو یقین نہین ہوتا کہ علماء و فقہاء نے جان بوجھ کر سند علم و فقہ کی طمع بیجا مین اس قدر جد و جہد کی ہو، ممکن ہے بعض بزرگون کو طرق حدیث کی کثرت نے دھوکے مین ڈال دیا ہو، مگر ہمین تو اربعینیات کی یہ کثرت دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے زیادہ تدوین حدیث کے عشق و جذبۂ مسابقت اور سبقت الی الخیر کے ولولہ نے ادن کو اربعینیات کی تالیف پر آمادہ کیا ہے،

پہلی اربعین امام نودی اور ابن جوزی کی تصریح کے مطابق مجاہد اعظم حضرت عبداللہ بن مبارک المروزی المتوفی ۱۸۱ھ نے تالیف کی، ادس کے بعد عبداللہ بن اسلم الطوسی المتوفی ۲۴۲ھ، احمد بن حرب

---

[1] اربعینیات اس مجموعۂ احادیث کو کہتے ہین جس مین چالیس حدیثین کسی مناسبت سے یکجا کی جائین، [2] فقیر کے کتابخانہ مین اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک،

النیشاپوری المتوفی ۲۳۳ھ، امام دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ، ابو محمد بن الحسن بن سفیان المتوفی ۳۰۳ھ ابوبکر بن علی، اور حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ وغیرہ کی ہیں[1]،

محدثین نے **اربعینات** مختلف مقاصد کو پیش نظر رکھکر جمع کی ہیں، کسی نے اصول میں کسی نے فروع میں کسی نے دونوں میں، احادیث جمع کی ہیں، حافظ ابن عساکر دمشقی نے فضائل جہاد میں اربعین لکھی علامہ ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۳ھ نے عدل و عادل کے باب میں چالیس حدیثیں جمع کیں، اور کتاب سلطان سلیمان خان اعظم (عثمانی) کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی، اور علامہ طاشکبری زادہ احمد ابن مصطفےٰ الرومی المتوفی ۹۶۲ھ[2] نے آنحضرت صلعم کے مطایبات اور مزاح کی روایتوں کی اربعین تالیف کی، کیا سبب تالیف اسکے سوا اور کچھ تھا؟ کہ ترک مجاہدین کو بتایا جائے کہ دشمنوں سے لڑنا اگر فرض ہے تو دوستوں سے ہنسنا بھی جائز ہے،

اربعینات میں سب سے زیادہ صحیح اور مشہور اربعین حضرت امام محی الدین یحیی ابن شرف (امام نووی) المتوفی ۶۷۶ھ کی ہی، جس کی علمار نے بہ کثرت شرحیں لکھیں، اور بعض شارحین نے خود بھی اربعین تالیف کی، مثلاً ملا علی قاری نے نووی کی اربعین کی دو شرحیں لکھیں، اور خود بھی اربعین جمع کی، ہمارے شعرا تعجب کریں گے، کہ مؤلفین اربعین ہی نہیں شراح "اربعین" میں مولنا عبدالرحمن **جامی** بھی ہیں، انھوں نے ہر حدیث کا ایک قطعہ فارسی میں ترجمہ اور شرح کی ہو، حدیث کفیٰ بالموت واعظا، کی شرح میں لکھتے ہیں:-

چند گیری بمجلس واعظ	پای منبر پئے گرفتن پند
وعظ تو بس برگ ہمسایہ	نرۂ و نوحہ گو بیانگ بلند

حدیث لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، کا ترجمہ سنئے،

ہر کسے را لقب مکن مومن	گرچہ از سعی جان وتن کاہد

[1] اعلل المتناہیہ جلد اول، و اربعین نووی، [2] کشف الظنون، نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اتحاف میں زلۃ قلم سے طاشکبری زادہ کا سنہ وفات ۹۶۲ لکھا ہی، حالانکہ طاشکبری زادہ نے ۹۶۵ھ میں تو شقائق النعمانیہ تصنیف کی ہی، دیکھو کشف الظنون، اور خود الشقائق،

تا نخواہد برادر خود را | آنچہ از بہر خویشتن خواہد

خاتمہ پر لکھتے ہیں[1]:-

اربعینہائے سالکان جامی	ہست بہر وصول صدر قبول
بنوداز فضل حق عجیب و غریب	کہ بدین اربعین رسی بوصول

بعض علمار نے اربعین کے عدد سے غیر معمولی **شغف** کا اظہار کیا ہی، علامہ ابی طاہر سلفی اصفہانی المتوفی ۵۷۶ھ نے چالیس حدیثیں، چالیس شیوخ سے، چالیس شہروں میں جمع کیں، اسکو اربعین بلدانیہ کہتے ہیں، حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے اوس پر اور بھی جدت کی، کہ روایت میں چالیس صحابیوں کا بھی التزام کیا،

ہندوستانی علمار میں مسند الوقت حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم، مولوی عبدالباسط قنوجی، مولوی اولاد حسن قنوجی، اور یورپی علمار نے تالیف اربعین میں حصہ لیا ہی،

نواب صدیق حسن مرحوم کی دو اربعین تالیف ہیں، ایک میں احادیث متواترہ کا اہتمام ہی، ان صحاح و صفات کے علاوہ بعض اربعین دجالوں اور کذابوں نے بھی وضع کی ہیں، جن میں اربعین ابن ودعان المتوفی ۴۹۴ھ اپنی جامع و صناع کی طرح مشہور ہے[2]، اربعینات کا مفصل بیان **کشف الظنون**، البستان المحدثین اور اتحاف وغیرہ میں مذکور ہے،

اہل سنت کے علاوہ اور فرق اسلامیہ میں، شیعہ علمار نے جو اربعینات جمع کی ہیں ان میں ایک اسوقت ہمارے پیش نظر ہی، یہ علامہ بہار الدین عاملی کی تصنیف ہی، ہمارے متصوفین، انھیں **کشکول** کے مصنف کی حیثیت سے جانتے ہیں، علامہ بہار الدین گیارہویں صدی کے آخر میں مذہب امامیہ کے بڑے عالم گذرے ہیں، انھوں نے اپنے استاد سے چالیس حدیثیں جمع کیں ہیں، اور ہر حدیث کی نہایت مبسوط محققانہ شرح کی ہے، شرح سے اجتہاد فکر و نظر ظاہر ہی، (فقیر کے کتاب خانہ میں خود اون کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ نسخہ موجود ہی) خاتمہ

[1] اتحاف النبلار، [2] دیکھو تذکرۃ الموضوعات ابن طاہر فتنی،

کتاب پر لکھتے ہین - قد وقع الفراغ من مشقه (ضحوة یوم الاثنین فی ...... علی ید مولفه الفقیر

الحقیر الی الغنی محمد المشتهر ببهاء الدین العاملی ...... بمحروسة اصفهان ...... شروع

شروع یون ہے ان احسن حدیث تحلی اللسان بجواهر حقائقه وخیر خبر تحلی الانسان،

فی زواهر حد ائقه حمد الله سبحانه،

(سبب تالیف) ان اعظم المطالب والمفاخر بعد الایمان بالله والیوم الاخر هو ما یتوصل به

الی السعادة الابدیة ویتخلص به من الشقاوة السرمدیة ...... وما هو الا الاقتداء

بالملة النبویة والاقتفاء للسنة المحمدیة علی الصادع بها من الصلوات افضلها

ومن التحیات اکملها وذالك لا یستتب الا بنقل الحدیث وروایته ......

ودرایة - وصرف الایام فی مدارسته وافناء الاعوام فی ممارسته فطوبی لمن وجه

الیه همه وبعض علیه امته وجعل شعاره ودثاره وصرف فیه لیله ونهاره (۱)

هذه اربعون حدیثا من طرق اهل بیت النبوة والولایة،

مصنف تحقیق رجال نہین کرتا، کہتا ہے کہ اس کی ضرورت یون بھی نہین کہ کتاب مین اکثر احادیث سنن و آداب

مین ہین، اور حدیث مین "من سمع شیئا من الثواب" مشہور ہے، یہ حدیث کتاب کی اکتیسوین حدیث ہے، اس پر

شارح نے مفصل تبصرہ کیا ہے کہ فضائل اعمال مین ضعیف حدیث قابل اعتبار و احتجاج ہے یا نہین،

پہلی حدیث کے سلسلۂ اسناد مین ایک ایک سلسلہ کی کئی کئی تحویل دکھائی ہین، اور جا بجا تحویل سے

اوسے ظاہر کیا ہے، محمد ابن مکی شہید امامیہ سے آگے سلسلہ مین قطب الدین رازی مذکور ہین، جو اپنے شیخ ابن

مطہر حلی سے راوی ہین، حاشیہ پر قطب الدین کے متعلق لکھا ہے،

ــــــــــــــــ

(۱) ہم مصنف کی حرت سے آج کل کے سنی و شیعہ نقمات ایکے (قولی نہین) فعلی ترجمہ کی امید کرتے ہین، آہ! کتنے ہین جن کا اوڑھنا

بچھونا کتب جدل و خلاف ہین، اور کتنے ہین جنھون نے آنکھ کھو کر حقیقت حدیث کا نظارہ کیا ہے،

المراد به صاحب شرح المطالع والمحاکمات وغیره وکان ... من اکابر علماء الامامیة وقرع

کتاب قواعد الاحکام علی مصنفه العلامه الحلی ...... له علی ذلك الکتاب حواش

جیدة وهی موجودة عندی ...... وهو ...... من اولاد الشیخ الاعظم الصدوق محمد ابن بابویه

(پہلی حدیث) من حفظ علی امتی اربعین حدیثا	جس نے میری امت پر چالیس ایسی حدیثین جمع کین جن کی
مما یحتاجون الیه فی امور دینهم بعثه الله	اون کو اور اون کے مذہبی معاملات مین ضرورت ہو تو قیامت
عزوجل یوم القیمة فقیها عالما -	کے دن خدا اوس کو فقیہ عالم بنا کر اوٹھائیگا،

(شرح) "حفظ" سے دل مین محفوظ رکھنا مراد ہے، جیسا کہ سلف کا قاعدہ تھا، نہ کہ کتابون مین درج کرنا، بعض علماء

نے حفظ روایت بغیر احتجاج و استدلال سے منع کیا ہے، کہا جاتا ہے کہ تدوین کتب حدیث دوسری صدی کے متاخرین

مین ہے، "حدیث" کی تعریف مین کہتے ہین کلام خاص عن النبی او الامام او الصحابی او التابعی ومن

یحذو حذوه یحکی قولهم او فعلهم او تقریرهم، حاشیہ پر صحابی کی تعریف مین لکھتا ہے من لقی النبی مسلما

من غیر حجاب لقاء عادیا یقظة وکان لقاؤه للنبی حیا، پھر قید لقاء عادی کی تصریح کی ہے،

لیدخل ابن ام مکتوم وامثاله من العمیان، تبصرہ حدیث مین لکھتا ہے "جزا کا ترتب

محض الفاظ حدیث کے یاد کر لینے پر ہے، معرفت معنی شرط نہین، کیا دور ہے کہ محض الفاظ کے یاد کر لینے سے

کوئی زمرۂ علماء مین محشور ہو کہ من تشبه بقوم فهو منهم مگر ترجمۂ حدیث کے حفظ سے یہ بات نہین ہو سکتی کہ قرآن کا

ترجمہ قرآن نہین، اور بے وضو کے اوس کا چھونا جائز ہے،

(آٹھوین حدیث کی شرح مین لکھتے ہین) علمائے اسلام اس مسئلہ کی تاویل مین کہ قیامت کے دن اعمال

تولے جائینگے مختلف الرائے ہین، بعض کا خیال ہے کہ یہ عدل انصاف سے کنایہ ہے، بعضون کی رائے ہے کہ تولنے

سے حقیقی تولنا مراد ہے، جو لوگ اس کے مجازی معنی لیتے ہین اون کا استدلال یہ ہے کہ اعراض کا وزن خلاف

عقل ہے، لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ وزن سے حقیقی وزن مراد ہے، کیونکہ قرآن و حدیث مین اوس کی تصریح

وثقل کا وصف مذکور ہی، ایک اور جگہ لکھتے ہین کہ حق یہی ہی کہ وزن سے نفس اعمال کا وزن مراد ہی نہ کہ صحائف ونامۂ اعمال کا، پھر خواص اہل تحقیق کی طرف سے ایک تقریر کی ہی کہ اس مین کوئی استبعاد عقلی نہین کہ ایک شی کسی عالم مین عرض ہو اور کہین جوہر، دیکھو کسی چیز کو خارج مین دیکھتے ہو، خاص لباس تعین اور وضع وہیئت مین ہی مگر حس مشترک مین وہی چیز کیا ہو جاتی ہی، علم بیان ایک کیفیت ہی لیکن خواب مین دودھ کی شکل مین نظر آتا ہی، پس ظاہر ہی کہ صور تو نکا اختلاف اختلاف نہین، حقیقت ایک ہی ہی، ہر جگہ نئی تجلی اور ہر مقام پر اوسکا خاص لباس اور مختلف نام ہی،

(بارھوین حدیث) سعدہ ابن صدقہ حضرت صادق سے راوی ہین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، اللہ اوس مومن ضعیف سے بغض رکھتا ہی جسکا کوئی دین نہو، کہا گیا، یا رسول اللہ ایسا مومن کون ہی جس کا دین نہین، آپ نے فرمایا وہ جو برائی سے نہین روکتا، سعدہ نے حضرت صادق سے پوچھا کیا امر بالمعروف ونہی عن المنکر سب افراد امت پر واجب ہی؟ آپ نے کہا نہین، قوی، مطاع، عالم معروف ومنکر پر واجب ہی، نہ ضعیف پر، کہ وہ خود راہ ہدایت نہین جانتا، پھر آپنے آیۂ ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر سے استدلال کیا، کہ یہ خاص ہی، عام نہین، کما قال تعالی۔ ومن قوم موسی امة یھدون بالحق وبہ یعدلون (شرح) معروف سے فعل حسن اور منکر سے حرام قبیح مراد ہی، علمائے امامیہ کا اس باب مین اختلاف ہی کہ امر بالمعروف فرض عینی ہی، یا کفائی، قدما مین شیخ الطائفہ، محقق، ابن ادریس، اور متاخرین مین شیخ شہید وصاحب شرح ارشاد ومحقق شیخ علی، فرض عینی کے قائل ہین، اور سید مرتضیٰ علم الہدے ابو الصلاح، علامہ اور متاخرین مین شہید ثانی وغیرہ کفائی جانتے ہین، اس کے بعد شارح نے ایک بسیط تقریر کی ہی، پہلے مقام نزاع متعین کیا ہی، مثلاً ایک شہر مین ایک شخص تارک الصلوۃ اور شراب خوار ہی، اور دس شخص ایسے ہین جو اپنے امر ونہی کی تاثیر کا یقین رکھتے ہین، اب ان مین ایکنے امر ونہی شروع کی پس قبل حصول اثر اوس باقی نو شخصون سے وجوب امر ونہی ساقط ہوگا یا انھین بھی اوس ایک کے ساتھ شریک کار

ہونا چاہیے، کہ اثر حاصل، اور غرض پوری ہو، وجوب عینی کے قائلین کا استدلال آغاز حدیث (رسول) سے ہی، کہ ظاہر حدیث وجوب کو ثابت کرتا ہی، اور دوسری احادیث بھی اس کی مؤید موجود ہین، جیسا کہ امیر المومنین سے مروی ہی، من ترك انكار المنكر بقلبه ويده ولسانه فهو ميت في الاحياء جس نے زبان ہاتھ اور دل سے برائی کا انکار چھوڑا وہ گویا زندون مین مردون کے برابر ہے،

حضرت صادق سے ایک روایت مین ہی، انه قال لاصحابه انه قد حق لي ان آخذ البريء منكم بالسقيم وكيف لا يحق لي ذلك وانتم يبلغكم عن الرجل منكم القبيح فلا تنكرون عليه ولا تهجرونه ولا تؤذونه حتى يترك، اس کی مثل اور بھی احادیث ہین، وجوب کفائی کے قائلین کا استدلال آیۂ کریمہ اور امام کی اس حدیث کے آخری حصہ سے ہی،

شارح کہتا ہی "کہ آیۂ کریمہ وحدیث صرف اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ ان افراد امت پر جن مین شرائط پورے نہین پائے جاتے، امر ونہی واجب نہین، اوس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ بعض کے ادا کرنے سے دوسرے جامع الشرائط پر وجوب نہین رہتا، وجوب کی شرطین اگر کسی مین پوری نہین اس سے وجوب ساقط ہوگا نہ وجوب کفائی ثابت جیسا کہ فریضۂ حج ہی، ایک کے ادا کرنے کے سبب دوسرے سے کیون کر ساقط ہوجائیگا، پھر کہتے ہین، علامہ نے تذکرہ مین وجوب کفائی پر یون استدلال کیا ہی کہ امر ونہی سے غرض وقوع معروف اور ارتفاع منکر ہی، اگر یہ بات ایک شخص کے سبب حاصل ہوگئی تو دوسرون کی کوشش عبث ہے، مگر یہ دیکھنے کی بات ہی، کہ حصول غرض سے علامہ کا کیا مطلب ہی، حصول فعلی، یعنی واقعی اچھائی کا واقع ہونا اور برائی کا دور ہو جانا، تو یہ بحث سے خارج ہی، اس مین تو نزاع ہی نہین، حصول بالقوہ، تو اس پر منع وارد ہی، تتمۂ بحث میعین، امر ونہی کے شرائط کو ذکر کیا ہی کہ چار ہین، اول شخص کو امر ونہی کا علم اور منکر ومعروف کی تمیز ہو، جو حکم مامور بامنہی ہو وہ اس پر بشدت قائم رہے، آپنے امر ونہی کے با اثر ہونے کے متعلق اس کا خیال ہو، کسی قسم کے مالی وبدنی اور عزت وآبرو کے نقصان کے خطرہ کی طرف توجہ نہو" پھر کہتے ہین کہ یہ چار دن

شرطین زبان اور ہاتھ سے احتساب کے لئے ہین، لیکن انکار قلبی کے واسطے ان کا وجود مشروط نہین، ہان پہلی بات اوس کے لئے یہ ہی کہ وجوب ترک، تحریم فعل اور، عدم رضا کے اعتقاد کا دل مین جوش ہو، دوسری یہ کہ مرتکب معصیت کے ساتھ بغض وغصہ ہو کہ یہی البغض فی اللہ ہی، تیسری یہ کہ عملاً اظہار کراہیت ہو، (اگرچہ زبانی نہ ہو) مثلاً یہ کہ پاس بیٹھنا، اوٹھنا، اور بات چیت کا ترک کرنا، چوتھی یہ کہ جس طرح ہو انکار قلبی قائم ہو، یہ شرائط اربعہ علمائے مذہب کے کتب سے ثابت ہین، لیکن بعض علماء نے ایک پانچوین شرط اور لکھی ہی کہ آمر و ناہی خود عادل ہو (یعنی خود بھی وہ اپنے امر و نہی پر عامل ہو) کہ آیۂ کریمہ اتامرون الناس . . . اور . . . کبر مقتاً عند اللہ اور حدیث اسری (متضمن عذاب خطباء) اس پر شاہد ہی، اس پانچوین شرط کے متعلق وہ کہتے ہین کہ حق یہ ہی کہ امر و بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے عدالت ہرگز شرط نہین، (۱) دیکھو ایک کار حرام کا کرنے والا غیر شخص کو وہی بات کرتے دیکھتا ہی، اوس پر دو باتین واجب ہوتی ہین، ترک و انکار، اب ایک کے ترک سے دوسرے کا وجوب کیون ساقط ہو جائیگا۔ (۲) وہ احادیث جن سے اس فعل کا واجب ہونا ثابت ہی وہ عادل وفاسق، دونون کو شامل ہین (۳) آیت کریمہ مین کہنے اور حکم دینے کے خلاف خود عمل کرنے پر زجر و توبیخ ہی غضب کا اظہار ہی، نہ یہ کہ جس امر خیر پر اوسکا عمل نہو اوسکا دوسرون کو حکم دینے یا جس فعل بد کا وہ مرتکب ہی دوسرون کو باز رکھنے سے ممانعت نہین ہی، (۴) وہ گناہ صغائر جو احیاناً سرزد ہو جائین وہ تمہارے نزدیک عدالت کے مخل نہین اور ایسے شخص کو امر بالمعروف کرنا جائز ہے، یہ تم بھی مانتے ہو، حالانکہ ہماری تفسیر کے مطابق یہ بھی اس آیۂ کریمہ کے ماتحت صحیح نہین، پس اب جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا ہوگا، (۵) اگر تمہاری بات مان لیجائے تو چاہیے کہ معصوم کے سوا کسی پر امر و نہی واجب نہ ہو، یا صرف اس شخص پر ہو جس نے توبہ یا بلوغ کے بعد سے کوئی گناہ نہین کیا ہی، تو اس صورت مین تو احتساب و نصیحت کا دروازہ ہی بند ہو جائیگا،

(تیرہوین حدیث کی شرح مین) یہ بحث ہی کہ حرام، رزق نہین ہو سکتا، معتزلہ نے اُس پر آیہ "ومما رزقناھم ینفقون" سے استدلال کیا، شارح نے ابو جعفر طوسی کی تفسیر تبیان سے نقل کیا ہے کہ اوس آیت سے

ثابت ہی کہ حرام، رزق نہین، کہ خدا نے خرچ کرنے والون کی مدح فرمائی ہے، اور مال حرام کا خرچ کرنا موجب مدح نہین ہو سکتا،

(پندرھوین حدیث) کے علی بن حمزہ راوی ہین، کہ اون کے ایک جوان دوست نے حضرت صادق سے عرض کیا کہ مین اس قوم (بنو امیہ) کے دفتر مین منشی ہون، مین نے اون کی دنیا سے بڑا فائدہ اوٹھایا بہت مال جمع کیا، حرام و شبہات سے مطلق پرہیز نہین کیا، حضرت صادق نے فرمایا،

لولا ان بنی امیہ وجدوا من یکتب لھم و	اگر بنو امیہ کو ایسے لوگ نہ ملتے جو اون کے دفتر مین کام کرین
یجبی لھم الفئ ویقاتل عنھم ویشھد	اور اون کے لیے مال وصول کرین اور اون کی طرف سے لڑین
جماعتھم لما سلبوا حقنا۔ لو ترکھم	اور اون کی جماعتون مین حاضر ہون، تو وہ ہرگز ہمارا حق
الناس وما فی ایدیھم ما وجدوا شیئاً	نہ لے سکتے، اور اگر لوگ اونھین اور اون کے پاس جو کچھ
الا ما وقع فی ایدیھم،	ہے ترک کر دیتے تو بنو امیہ کے جو ہاتھ آگیا اوس کے سوا اونھین
.. ..	کچھ نہ ملتا،

جوان نے کہا "حضرت! اب میرے بچاؤ کی کیا صورت"، آپ نے فرمایا "مین بتاؤن، کروگے؟ اچھا جو کچھ اون کی ملازمت مین کمایا، سب چھوڑ دو، جن جن کا مال لیا ہی اگر جانتے ہو تو اونھین واپس کر دو، اور نہین جانتے تو خیرات کر دو، اللہ کے یہان مین تمہارے لیے جنت کا ضامن ہون" علی بن حمزہ کہتا ہے کہ وہ جوان ہمارے ساتھ کوفہ گیا، اور اوس نے سارا بھرا پُرا گھر لٹا دیا، یہان تک کہ بدن پر چیتھڑا نہ رہا، ہم نے چندہ کرکے کپڑے مول لے دیے، اور اوس کے خرچ کا انتظام کیا، تھوڑے دن گذرے وہ جوان سخت بیمار ہوا، ہم عیادت کو گئے تو نزع کی حالت تھی، مگر آنکھین کھولدین، اور یہ کہکر "اے علی تیرے دوست نے اپنا وعدہ وفا کر دیا"، جان دے دی، علی کہتا ہی کہ جب حضرت صادق کی خدمت مین حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا "ہم نے جو تمہارے دوست سے وعدہ کیا تھا پورا کر دیا"، مین نے عرض کیا

آپ کے قربان، آپ سچ فرماتے ہین، یہی اوس نے مجھ سے مرتے وقت کہا تھا،، کیا حضرت نے اِس حدیث

مین **عدم موالات** کا پورا نقشہ نہین کھینچدیا ہے، شارح نے اِس کی شرح مین جو کچھ کہا ہو آج وہ حضرات

شیعہ کے سننے کے قابل ہو، کہتا ہو کہ لولا ان بنی امیہ سے یہ مستفاد ہوتا ہو کہ ظالمون کی اعانت قطعی حرام ہو،

اگرچہ مباح کام ہی مین کیون نہ ہو، کہ حضرت صادق نے ظالمین کی جماعت مین حاضر ہونے تک کی مذمت

فرمائی ہو، اور اس کی تائید مین اور احادیث بھی موجود ہین،

شیخ نے ابن یعفور سے روایت کی ہو کہ حضرت صادق سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نہایت تنگی و

سختی مین مبتلا ہے، اوسے نہر کھودنے اور گھر بنانے کے لیے مزدوری ملتی ہو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "ظالمون

کے مددگار قیامت کے دن آگ کی قناتون مین اوس وقت تک رہینگے کہ اللہ بندون کا انصاف کرے"،

صحیح مین یونس بن یعقوب سے مروی ہو قال قال لی ابو عبد اللہ لاتعنھم علی بناء المسجد

یعنی "مسجد بنانے مین بھی ظالمون کی مدد نہ کر"،

ابن بابویہ نے بطریق حسن ابن زید عن صادق عن آبائہ روایت کی ہو،

قال قال رسول اللہ من علق سوطا بین یدی سلطان جائر جعل الیہ ذلک السوط یوم القیمۃ ثعبانا من نار طولہ سبعون ذراعا سلط اللہ علیہ [illegible]

جس شخص نے کسی ظالم بادشاہ کے سامنے کوڑا لٹکایا تو وہ کوڑا قیامت کے دن آگ کا سانپ بن جائیگا جس کا طول ستر ہاتھ ہوگا، اور جو اوس پر دوزخ مین مسلط کیا جائیگا،

اس معنی کی اور عام حدیثین ہین جن سے حرام ہی نہین مباح بلکہ مندوب کامون تک مین ظالمون کی اعانت حرام ثابت ہوتی ہے،

اِس کے علاوہ آیہ

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار

ظالمون کی طرف میلان نہ کرو ورنہ آتش دوزخ تم کو چھوئیگی،

سے بھی یہ مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہو، بعض فقہائے امامیہ کے نزدیک مباح امور مین اعانت حرام نہین، شارح

کہتا ہو اگر یہ تفصیل اجماعی ہو تو خیر، ورنہ محلِ نظر ہو، کہ اس کے خلاف مین متعدد نصوص موجود ہین، پھر اس صورت

مین (۱) ظالمین کی تخصیص کے کیا معنی، حرام کام مین ہر شخص کی اعانت حرام ہو اور فعل حرام تو فی نفسہ خود حرام ہو،

اعانت کے لیے ہو یا غیر اعانت کے واسطے پھر کہتا ہو تعجب ہے علامہ نے تذکرہ مین اعانت حرام کی تخصیص کی

اور روایات گذشتہ استدلال کیا ہو، وہ اون کے مدعا کے قطعاً خلاف ہین،

بعض اکابر فقہا سے منقول ہو کہ کسی نے پوچھا کہ "مین بادشاہ کے کپڑے سیتا ہون کیا مین ظالمون کے

مددگارون مین داخل ہون"؛ اونھون نے کہا کہ "ظالمین کے مددگارون مین تو وہ شخص بھی داخل ہو جو تجھے سوئی

ڈورا اوٹھا کر دے"، پھر کہتے ہین اس حد تک احتراز بہت مشکل ہو، خدا ہمین تمھین سب کو بچا دے،

(بیسوین حدیث کی شرح مین) تقلید کی مذمت مین مفصل کلام کیا ہو، تذکرہ مین متعلق عذاب قبر و دوزخ

وکیفیت بعث وغیرہ جو باتین لکھی وہ رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ناظرین کی دلچسپی کے قابل ہے، اختلاف

عقائد کی تفصیل سے پیدا ہوتا ہے، ایک مسلمان کی نجات کے لیے تصدیق اجمالی کافی ہو،

غرض علامۂ عاملی نے اسی طرح ہر حدیث کی شرح کی اور شرح مین نحوی، لغوی، ادبی، معقولی

منقولی، ہر پہلو پر بحث ہو، ہر جگہ مجتہدانہ انداز ہو، بیچارے علامہ حلی کی بُری طرح خبر لی ہے، اشاعرہ اور معتزلہ

کا جہان کہین اختلاف آپڑا ہو تو اکثر معتزلہ کی بیجا جانب داری کی ہو، اور ہر جگہ اشاعرہ کو اپنا مخالف لکھا ہو،

اگرچہ استدلال مین اکثر نمایان کمزوریان ہین، مگر چونکہ فقیر کا مقصد مناظرہ نہین، اسی لئے ذاتی اظہار رائے

سے حتی الامکان احتیاط کی ہے،

ساری کتاب یکسان خط نسخ مین ہو، جو آٹھوین صدی کی شان رکھتا ہو، مگر حاشیہ پر قدیم ایرانی نستعلیق

مین کہین مزید تفصیل اور کہین لغات کے معنی لکھے ہین، اور کہین غلطی کی اصلاح کی ہو، کہین کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے،

تو حاشیہ پر اوس کو لکھدیا ہو، کہین حسب موقع فارسی کے اشعار بھی لکھے ہین، مثلاً بیسوین حدیث کی شرح مین

(۱) اڈیٹر معارف کا وہ قابل دید رسالہ جس مین فرقۂ اہل سنت کے عقائد، علم کلام اور بحث تطبیق عقل و نقل کے متعلق سلف صالحین کا طریقہ لکھا ہو،

ایک جگہ آیۂ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ کے حاشیہ پر یہ شعر لکھا ہے،

اے ہوا ہاے تو ندا انگیز　　　اے خدا ہاے تو خدا آزار

ستّرھوین حدیث (حضرت رضا و مامون کے جواب و سوال متعلق عصمت انبیا) کی شرح مین لکھتے ہین کہ حضرت یونسؑ کو مچھلی کا نگل جانا معراج تھا، جیسا کہ حدیث مین آیا ہے وقد نظم العارف الرومی فی المثنوی، پھر حاشیہ پر مثنوی کے یہ تین شعر لکھے ہین،

گفت پیغمبر کہ معراج مرا　　　نیست بر معراج یونسؑ اجتبا

آن من بر چرخ و آن او نشیب　　　زانکہ قرب حق برونست از حسیب

قرب نہ بالا و پستی رفتن است　　　قرب حق از حبس ہستی رستن است

(۲) نفسیاتِ ترغیب

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دار المعلمین حیدر آباد دکن

ترغیب مین ذہن کا عمل

اب تک ہم نے عملِ ترغیب مین جذبہ کے وجود سے بحث کی ہے، لیکن عنصر جذبی کا وجود عنصر ذہنی کے عدم وجود کو مستلزم نہین ہے، اور یہ قیاس کرنا کہ عملِ ترغیب مین کسی ذہنی عنصر کا وجود نہین ہوتا، غلطی ہوگی، ہم بتا چکے ہین کہ ترغیب کے فیصلات مظہر رضامندی یا نارضی ہوتے ہین، یہ کہنا ہی کسی نہ کسی ذہنی عنصر کی موجودگی کا پتہ دیتا ہے، آئندہ سطور مین ترغیب کے اس دوسرے ترکیبی جزو یعنی عنصر ذہنی سے بحث کیجائیگی، سردست اس کے وجود کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے،

مذہبی واعظون کی ترغیب مین "موجودہ لامذہبی" و بدکرداری، کی درستی کی طرف اشارہ ہوتا ہے، تارک موالات کی ترغیب مین (بقول ان کے) "ہندوستان کی موجودہ غلامی اور مفلسی" کا تصور موجود ہوتا ہے، تارک منشیات کی ترغیب مین شراب کے مضر اثرات اور موجودہ تباہ حالت کی تصویر موجود ہوتی ہے، غرضکہ ہر خواہش یا اعتقاد مین جس سے عملِ ترغیب کا آغاز ہوتا ہے کسی موجودہ صورت حالات کا ذہنی تصور لازمات سے ہے جس کو کہ فاعل، اپنی ترغیب کے ذریعہ سے بدلوانا چاہتا ہے، اگر یہ ذہنی تصور واضح اور روشن ہے، تو ترغیب بھی واضح، اور مؤثر ہوگی، برخلاف اس کے اگر ترغیب دینے والے کے ذہن مین موجودہ حالت کا تصور مبہم اور گنجلک ہے تو اسکی ترغیب بھی اسی اعتبار سے مبہم اور پیچیدہ ہوگی، گویا کہ ترغیب کی کامیابی کا انحصار صورت حالات، کے ذہنی تصور کے صاف اور واضح ہونے پر ہوتی ہے یعنی کامیاب ترغیب ہو یا ناکامیاب، اس عنصر ذہنی کا پایا جانا ضروری ہے، کیا ایک ایسے شخص کی ترغیب، جس کے ذہن مین بائسکوپ یا اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے مضر اثرات کا تصور تک نہین ہے تم کو بائسکوپ دیکھنے سے روک سکتی ہے؟ یا ایک ایسے تنگ نظر

کی ترغیب جس نے محض ایک شب تغیر دیکھ کر اس کو مذموم اور مخرب اخلاق قرار دے دیا ہو، واضح اور مفصل ہو سکتی ہی؛ ہمارا خیال ہی کہ اس کی ترغیب کو کامیابی نصیب نہین ہو سکتی، اور اگر اس کی ترغیب مؤثر ہو بھی تب بھی محض ان اصحاب کے لئے ہوگی جو پہلے سے اس مبلغ کے ہم خیال ہین اور اس کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کہتے ہین،

ذاتی ترغیب مین عنصر ذہنی کا وجود "درک حالات" کی صورت مین ہوتا ہی، دوسرون کو جو ترغیب دیجاتی ہی اس مین وہی کام "طرز بیان" یا "گفتگو" سے لیا جاتا ہی، اس سے تو شاید کوئی انکار نہین کر سکتا کہ "طرز بیان" مین یا "گفتگو" مین عنصر ذہنی کی موجودگی لازمی ہی "بیان" کا ترغیب مین ایک اہم حصہ ہی اس کے کرشمے عدالتون مین خاصی طور پر دیکھنے مین آتے ہین، وکلا کا بیان ترغیب کا ایک زبردست آلہ ہی، جو خوبیان کسی قابل وکیل کے بیان مین پائی جاتی ہین، وہ جامعیت، صحت، تناسب، تسلسل واقعات، اور رابطۂ خیالات ہین، ایک فاضل ایڈوکیٹ اپنی ترغیب مین اس بات کا خیال رکھتا ہی کہ مقدمہ کے تمام اہم واقعات بیان کردئے جائین، کسی ضروری واقعہ کا اختصار بعض اوقات ناکامی کا باعث ہوتا ہی، پھر واقعات کی تفصیل کا ہونا بھی ضروری ہے، ظاہر ہی کہ مقدماتِ جرائم مین جب تک کہ واقعات کا بیان بلحاظ موقع و وقت واردات، بلاکم و کاست نہ کیا جائے، اندیشہ ہی کہ استدلال ناقابل قبول ہو اور مقدمہ کا فیصلہ مخالف ہو، مختلف واقعات مین صحیح تناسب کا لحاظ بھی ضروری ہی، اہم واقعات پر زور دینا ہوتا ہی، بیان مین ترتیب و تواتر کا خاص خیال رکھا جاتا ہی، اب غور کرو تو یہ سب باتین فی الحقیقت صفاتِ ذہن سے متعلق ہین اور ہر عملِ ترغیب مین ان کا کم وبیش وجود ہوتا ہی، پس معلوم ہوا کہ ہر ایسی ترغیب مین جو حقیقی معنون مین ترغیب کہی جا سکے جامعیت مضمون، توازنِ واقعات، صحتِ بیان، اور کسی صورت حالات کو اپنے (ترغیب ذاتی مین) یا دوسرون کے سامنے تسلسل و ربط کے

ساتھ پیش کرنے کی قابلیت کا ہونا لازمی ہی، اس سے عنصر ذہنی کی ترغیب مین موجودگی، لازماً ثابت ہوتی ہی،

مذکورۂ بالا صورتون کے علاوہ یہ عنصر ذہنی کبھی ارتباطات کی شکل مین بھی ظاہر ہوتا ہی، یہ اس وقت ہوتا ہی جب ہماری تکمیلِ مقصد کی دو صورتین ہون، اور ایک کا انتخاب کیا جائے، مثل کے طور پر فرض کرو کہ میری صحت خراب ہوتی جارہی ہی، مین اسکی ترقی کی کوشش کرتا ہون، بحالی صحت کے لئے میرے سامنے دو تجویزین پیش ہین، اولاً یہ کہ مین مدرسہ سے تعطیل لیکر دیہات چلا جاؤن، ثانیاً یہ کہ مین کسی مقامی شفاخانہ مین اپنا علاج کراؤن، اب دونون صورتون مین سے مین اسی ایک کا انتخاب کرونگا جس مین میری مقصد کی تکمیل کی صلاحیت زیادہ ہو، اب مین استنباطِ عقلی سے کام لیکر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہون کہ چونکہ مین ضرورت سے زیادہ ٹنیس کھیلتا ہون اور کھلے میدان مین ورزش کرتا ہون لہذا میری صحت خراب گئی ہی اور مین اپنا علاج مقامی ہسپتال ہی مین کراؤنگا، دیکھو میری اس ترغیب ذاتی مین استنباط پایا جاتا ہی، اگر میری ترغیب دیہات مین چلے جانے کے لئے بھی ہوتی تو اس صورت مین بھی یہی ہوتا، غرضکہ اس مثال مین میرا ہر دو صورتون مین کسی ایک کا انتخاب، استدلال ذہنی کا نتیجہ ہی، ترغیب مین عنصر ذہنی کی موجودگی کا یہ دوسرا ثبوت ہی،

دوسرون کی ترغیب مین بھی یہی ذہنی عنصر پایا جاتا ہی، دلائل، جن کی بنا پر ہم دوسرون کو ایک خاص طرز عمل کی پیروی کی ترغیب دیتے ہین، استدلالی پہلو لئے ہوتے ہین، کوئی سی مثال بھی ترغیب لفظی (تحریر و تقریر) کی لو، تم کو اس مین استقرائی، استخراجی، دلائل نظر آئینگے، تشبیہات، توالی و تواتر، علاقۂ سببیت، ان کا وجود بھی اکثر ہوگا،

اس موقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ گو ترغیب مین ظاہر منطقی ترتیب، اور توالی و تواتر پایا جاتا ہی، اور منطقی اصولون سے کام بھی لیا جاتا ہی، لیکن ان کا استعمال سطحی ہوتا ہی نہ کہ حقیقی، ہم اس باب

کے ابتدائی حصہ مین کہہ چکے ہین، کہ ترغیب مین فیصلون کے قبول یا رد کا انحصار ان مین تشفی جذبات کی صلاحیت کے وجود یا عدم پر ہے، اس کی کیا وجہ ہے کہ ترک منشیات کی ترغیب انگلستان کی آبادی کے ایک حصہ کو منطقی نظر آتی ہے، اور اس مین جن دلائل سے کام لیا گیا ہے وہ بھی کل و جز تشفی بخش معلوم ہوتے ہین، لیکن وہی ترغیب دوسرے حصہ آبادی کو غیر استدلالی بلکہ مہمل معلوم ہوتی ہے، وہ یہ تو کہا نہین جا سکتا کہ ان ہر دو فریقون کی سمجھ اور غلطیون مین بہت کچھ اختلاف ہے، پھر کیا وجہ ہے؟ محض یہ کہ بحث کی ایک اہم کڑی (یعنی اس کی خواہشات یا جذبات سے ہم آہنگی) فریق اول کو صاف نظر آتی ہے، لیکن فریق ثانی کی نظر مین اس کڑی کا وجود ہی نہین اور اس لئے اُس کو کل بحث غیر منطقی اور غیر استدلالی معلوم ہوتی ہے،

عمل ترغیب مین ذہن اور جذبہ کا باہمی تعلق،

ترغیب کے ان دونون عناصر ترکیبیہ (ذہنی و جذبی) کا عمل علٰحدہ علٰحدہ نہین ہوتا، اصلیت یہ ہے کہ دونون ایک دوسرے مین ضم ہو جاتے ہین، اور ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے، عنصر جذبی کا اثر عنصر ذہنی پر یہ ہوتا ہے کہ اول الذکر اپنی تشفی کے لئے استدلال کو اپنے قابو مین کر لیتا ہے، اور اس سے وہی فیصلے صادر کراتا ہے، جو اس کی تشفی کر سکین، اس کی مثال انگلستان کی ایک عورت کے رویہ سے دی جا چکی ہے، اسی طرح سے ذہن کا اثر بھی جذبات پر ہوتا ہے، مثلاً خوش اسلوبی سے کسی نقطۂ خیال کا بیان کرکے، فصاحت و وضاحت سے، اپنے حسب منشا ترغیب دیکر ہم دوسرون کے جذبات کو اپنا ہم نوا بنا لیتے ہین، اس کی مثال آجکل ہندوستان مین کثرت سے نظر آتی ہے، استدلال سے ہمین اپنے جذبات پر بھی قابو رکھنے مین مدد ملتی ہے، اور یہ اس طرح سے کہ ایک جذبہ کی مخالفت مین دوسرا قوی تر جذبہ کھڑا کرکے، اول الذکر کے اثر کو زائل کر دیا جاتا ہے، مثلاً جذبۂ غضب سے متاثر ہو کر اپنے دل کو اپنے دشمن کے قتل کرنے کی ترغیب دیتے ہین، لیکن استدلال اور تعقل اس جذبہ کی مخالفت مین جذبۂ خوف، کو سامنے لاکر کھڑا کر دیتا ہے، اور ہم قتل کے نتائج (یعنی

پھانسی پانا) سے خوفزدہ ہو کر "غضب" سے باز آتے ہین، استدلال ایک دوسرا طریقہ جذبۂ غضب کو توڑنے کا بھی استعمال کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ شخص "مغضوب" کو قابل عزت و توقیر ثابت کرکے، غضب کا جذبہ اس کی ذات سے منتقل کر دیا جاتا ہے، اس کی مثال لارڈ چتھم کی تقریر سے ملتی ہے، جب جنگ آزادی امریکہ کے زمانہ مین پارلیمنٹ انگلستان مین امریکن آبادی کی طرف سے غصہ و غضب کے جذبات موج زن تھے، اور مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ باغیون کو نیچا دکھانے کے لئے ممالک غیر سے فوجی مدد کی درخواست کیجائے، تو لارڈ موصوف نے جو صلح کی پالیسی کے مؤید تھے اپنے سامعین کے قلوب پر اول تو انگلستان کی شکست کی خیالی تصویر کھینچ کر خوف کا جذبہ طاری کیا، اور پھر حسب ذیل الفاظ مین ان کو جنگ سے باز رہنے، اور ممالک غیر سے فوجی امداد نہ طلب کرنے کی ترغیب دی؛ "امریکن نوآبادیات اپنی آزادی کے لئے برسرپیکار ہین، آزادی ہر شخص کا قدرتی حق ہے، ہمین ان کے جذبۂ حب الوطنی کی قدر کرنا چاہئے، اور ان کی مثال سے سبق حاصل کرنا چاہئے ....."

ترغیب مین متخیلہ کا عمل

اب تک ہم ترغیب کے دو اہم عناصر، ذہنی و جذبی سے بحث کرتے رہے اور ان کا باہمی تعلق اور ترغیب مین ان کی اہمیت دیکھتے رہے، لیکن ان کے علاوہ ایک تیسرا عنصر بھی عمل ترغیب مین شریک ہے اور وہ "تخیل" ہے، یہ تخیلی عنصر بقیہ دو سے بہت کچھ مربوط ہے، اور اپنے اثر سے کبھی تو عنصر ذہنی کے عمل یعنی "درک صورت حالات" یا "بیان" کو بدل ڈالتا ہے، اور کبھی عنصر جذبی کو متاثر کرکے جذبات کی قوت محرکہ مین اضافہ کرتا ہے، آئندہ سطور مین ہماری بحث اس عنصر سے رہیگی،

ہر خواہش یا اعتقاد جس سے عمل ترغیب کا آغاز ہوتا ہے، بالخاصہ ہمارے دماغ مین اپنے مناسب حال خیالی تصویرین پیدا کرتا ہے، ہمارا فرضی زید جو مہاتما گاندھی کی ترغیب کی وجہ سے تارک موالات ہو گیا ہے، اپنی متخیلہ کو کام مین لاکر، اپنے دماغ کے سامنے ملک کی موجودہ عسرت و فلاکت کی خیالی

تصاویر لاکر، یا حصول سوراج کی صورت مین ملک کی سرسبزی، خوشحالی، آزادی کی خوشنما تصویر اپنی متخیلہ کی بدولت کھینچکر، اپنے عقیدہ یا خواہش کو زیادہ قوت دے سکتا ہی، اور پہلے سے بھی زیادہ شد و مد سے تارک موالات بن سکتا ہی، اسی طرح سے اگر کوئی شخص تمھین نیک افعال کی تلقین کرے اور ایک دوسرا شخص نہ صرف تلقین کرے بلکہ قصون، روایات، اور دیگر خیالی تصویرون سے بھی مدد دے، تو یقیناً تمہارے دل پر مؤخر الذکر کی ترغیب کا اثر بہ نسبت پہلے شخص کے زیادہ ہوگا، اس کی وجہ یہی ہی کہ اس نے عنصر تخیلی سے بھی کام لیا، اس سے عنصر تخیلی کی ایک اہمیت تو تمہین معلوم ہوئی اور وہ یہ ہی کہ خواہش و اعتقاد کو قوی تر کردیتا ہے،

ہر اعتقاد نہ صرف اپنے مناسب حال خیالی تصویرین پیدا کرتا ہی، بلکہ اس کا ایک اور خاصہ یہ بھی ہی کہ ان تخیلات کا جو اس کے مخالف ہون، شعور کے سامنے گذر بھی نہین ہونے دیتا، فرض کرو کہ ہمارا زید ترک موالات کے سلسلہ مین ترک تعیشات کا بھی حامی ہی، کیا تمہارا خیال ہی کہ اس کے متخیلہ مین کسی ایسے متوسط الحال خاندان کی تصویر کا گذر ہوگا جو دن بھر محنت مزدوری کرتا ہی اور روزانہ شب کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے بائسکوپ جاکر جائز طور سے دل بہلاتا ہی، مگر زید کا اعتقاد ترک تعیشات اور اسی باعث ترک بائسکوپ کا مؤید ہی، لہذا اول تو یہ تخیل اس کے دماغ مین آنے کا ہی نہین، اور اگر آئیگا تو فوراً ہی خارج کردیا جائیگا، بہ نسبت مذکورہ بالا خیالی تصویر کے زید کے لئے اس خاندان کی خیالی تصویر کھینچنا آسان ہوگا، جو شاید بائسکوپ کی وجہ سے مفلس ہوگیا ہی، یا جس کے افراد بائسکوپ سے چوری، ڈاکہ وغیرہ کا سبق سیکھ لیتے ہین کیونکہ یہ تصویر ان کے اعتقاد کے حسب حال اور اسے قوت پہنچانیوالی ہی،

قوۃ متخیلہ کا ایک خاصہ یہ کہ نہ صرف گذشتہ حالات کی تصاویر ہمارے دماغ مین پیدا کرتی ہی بلکہ گذشتہ اور موجودہ کو ملاکر مستقبل کی تصویر بھی کھینچ سکتی ہی، متخیلہ کے اس خاصہ سے ترغیب مین

بہت کچھ مدد لی جاتی ہی، اور وہ اس طرح سے کہ ترغیب کنندہ اس کی مدد سے، اپنے سامعین کے سامنے ایک خیالی تصویر ان حالات کی کھینچ دیتا ہی جو اس کی ترغیب پر عمل کرنے کی صورت مین ظاہر ہونگے، اور اس خیالی تصویر کی مدد سے اپنی ترغیب کو کامیاب بناتا ہی، ذیل کے اقتباس سے اس کی مثال ملتی ہی، یہ اقتباس لارڈ بروگہم کی اس تقریر کا ہی جو صاحب موصوف نے دارالامرا مین ۲۰ فروری ۱۸۳۳ء مین "انسداد رسم غلامی" کے متعلق کی تھی، مقرر صاحب انسداد رسم غلامی کے خوشگوار نتائج مستقبل کی خیالی تصویر بدین الفاظ کھینچتے ہین،

"جونہی کہ یہ مژدۂ فرحت اثر (کہ رسم غلامی موقوف ہوگئی) دنیا کے ہر گوشہ مین پہونچیگا، ایک نئے اور خوشنما مستقبل کا نظارہ، دنیا کے پیش نظر ہوجائیگا، کتنے ہی پژمردہ قلوب، جو انسان کے انسانون پر مظالم دیکھ کر، رنجور تھے، موسم بہار کے غنچون کی طرح کھل جائینگے، جہان کل کسی بے رحم آقا کے تازیانہ کی کرخت آواز اور اس کا درشت لب و لہجہ، مظلومین کی آہ و بکا کو اپنے مین چھپائے ہوئے تھا، وہان آج آزادی اور امن و امان کے شادیانون سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیگی، بدقسمت افراد انسانی کے طوق و سلاسل کی جھنکارین موقوف ہوجائینگی، حرمان نصیب غلامون کے اعضا، زنجیر اور رسن کی سخت گیریون سے نجات پائینگے، زمانہ کا شفیق ہاتھ، رفتہ رفتہ، ان کے جسمون سے غلامی کے داغ دھو کردیگا، جملہ اقوام انسانی، بلا قید رنگ، و مذہب، ترقی کی دوڑ مین برابر کا حصہ لینگی، قدرت کا دست فیاض ان سرزمینون پر جو پہلے کسی حکومت پسند آقا کے جور و تعدی اور اس کے کوڑون کی، مار کی بدولت کاشت کیجاتی تھین، اپنے خزانہ کے زر و جواہر برسائیگا، اور وہ زمینین اب محنت و مزدوری کے شیدائیون کے پسینہ سے سینچی جائینگی، امرا کے عالیشان محلون مین، دیہات کی لہلہاتی ہوئی کھیتیون مین، شہر کی سڑکون مین، زرخیز وادیون مین، غرضکہ تمام عالم مین امن و امان فرحت و انبساط، کی یکسان حکمرانی ہوگی، حضرات! کیا عالمگیر خوشحالی اور تمدن کی یہ خوشنما

تصویرین آپ کے قلوب کو متاثر نہین کرتین ''......

اس قسم کے تخیل اختراعی کا اثر (جس کی مثال اوپر دی گئی ہی) عمل ترغیب پر بہت کچھ ہوتا ہی، گذشتہ و موجودہ حالات کی روشنی مین ہم تخیل کی مدد سے، مستقبل کی تصویرین کھینچتے ہین، حسب منشائے ترغیب، ان مین اُمید و بیم، خوف و ہراس کی رنگ آمیزیان کرتے ہین، اور ان خیالی خاکون کو، اپنے پیش نظر رکھکر ایسی تدبیرین سوچتے ہین، جو موجودہ یا گذشتہ سے بہتر صورت حالات پیدا کر سکین، کتابون اور تقریرون مین، جتنی ترغیب کی مثالین نظر آتی ہین، ان مین کا بیشتر حصہ متخیلہ کی اس صفت اختراعی سے متصف ہوتا ہی، ناظرین اور سامعین کے سامنے ماضی، حال، اور مستقبل کے جامع اور معنی خیز نظارے پیش کئے جاتے ہین، دور تک پہونچنے والے اثرات کا درک دلایا جاتا ہی، اور علت حال اور معلول مستقبل مین رشتہ قائم کیا جاتا ہی،

جس طرح کہ جذبات اور ذہن ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہین، اور ایک سے دوسرے کو مدد ملتی ہی، اس طرح یہ تخیلی عنصر بھی ذہن اور جذبات پر اپنا اثر کرتا ہی، اور تینون باہمدگر ہم آہنگی سے، اپنا عمل کرتے ہین،

(باقی)

علم الکلام

مولنا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بہ عہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ ناپید ہو گئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہی، قیمت عہ

منیجر

مترجمات

خلیفہ کا ایلچی غزنوی دربار مین

پانچوین صدی ہجری مین

مترجمہ جناب مولوی سید حسن صاحب برنی، بی اے

ابو الفضل بیہقی عہد غزنوی کا مشہور مورخ ہی، وہ ۳۸۶ھ / ۹۹۶ء مین پیدا ہوا اور ۴۷۰ھ / ۱۰۷۷ء مین وفات پائی، ابو الفضل کی تاریخ مختلف نامون سے مشہور ہی مثلاً تاریخ بیہقی، مجلدات بیہقی، تاریخ ناصری، تاریخ مسعودی، اس تاریخ مین مصنف نے ۴۰۹ھ / ۱۰۱۸ء سے لیکر پچاس برس کے واقعات سلطان محمود غزنوی کے زمانے سے سلطان ابراہیم غزنوی تک کے عہد سلطنت تک لکھے تھے اور یہ ایک نہایت ضخیم تاریخ تھی، میرخواند نے روضۃ الصفا مین لکھا ہی کہ یہ کتاب تیس جلدون مین ہی خود بیہقی نے بھی ایک جگہ لکھا ہی کہ مین نے پچاس برس کے واقعات کئی ہزار صفحون مین درج کئے ہین،

بد قسمتی سے اس کتاب کا بیشتر حصہ تلف ہو گیا ہی اور اب تک کسی جگہ دستیاب نہین ہو سکا صرف مسعود غزنوی کے عہد (۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء - ۴۳۲ھ / ۱۰۴۰ء) کے حالات دستیاب ہوئے تھے جو ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ نے ۱۸۶۲ء مین شایع کئے،

اس جز کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ تاریخ ایک نہایت اعلی پایہ کی تصنیف تھی اور مصنف نے حالات بیشتر اپنے ذاتی معلومات کی بنا پر لکھے تھے، فارسی تاریخون مین یہ تاریخ نہایت مستند اور بیحد دلچسپ ہی،

تاریخ بیہقی سے ایک دلچسپ مقام انتخاب و ترجمہ کرکے ناظرین معارف کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے القائم بامراللہ عباسی خلیفہ، بغداد کے تخت نشین ہونے پر مسعود غزنوی سے بیعت لینے کیلئے ایلچی آیا ہے اسلامی سلطنتون مین جو خلیفہ کی عزت و حرمت اس زمانے مین کیجاتی تھی اس کا اندازہ ان حالات سے ہوگا جو بیہقی نے اپنے چشم دید لکھے ہین،

"برنی"

منگل کا دن تھا اور ذیقعدہ ۴۲۲ھ مین دس دن باقی تھے خبر پہونچی کہ امیرالمومنین قادر باللہ انار اللہ برہانہ کا انتقال ہوگیا، اور امیرالمومنین امام ابوجعفر القائم بامراللہ ادام اللہ سلطانہ جو ولیعہد خلافت تھے تخت نشین ہوئے، سب لوگون نے بیعت کی، دونون خاندان کے بنی ہاشم یعنی علویون اور عباسیون نے اطاعت قبول کی، اور تمام اہالیان بغداد نے فرمانبرداری کا اظہار کیا، دنیا کے اس سرے سے اوس سرے تک خط لکھے گئے اور ایلچی روانہ ہوئے تاکہ اعیان دولت اور والیان مملکت سے بیعت لین، فقیہ ابوبکر بن محمد السلیمانی الطوسی امیر مسعود کی خدمت مین نامزد ہوکر خراسان پہنچا، امیر کو اس خبر سے سخت افسوس ہوا اور خواجہ احمد (بن حسن میمندی وزیر) اور میرے استاد بونصر کو خلوت مین طلب کرکے دریافت کیا کہ اس بارہ مین کیا کرنا چاہئے، خواجہ نے کہا۔ خداوند کی زندگانی دراز اور دولت و بزرگی نصیب، ہرچند یہ خبر صحیح ہے لیکن مصلحت یہ ہے کہ ابھی اسے پوشیدہ رکھا جائے اور خطبہ قادر کے ہی نام پڑھا جاتا رہے جیسا کہ معلوم ہوا ہے ایلچی اسی خبر کو لیکر آرہا ہے اور غالباً جلد پہنچنے والا ہے جب یہان پہونچیگا تو سنا لینے کے بعد خداوند کے سامنے مناسب طور پر پیش ہوگا تاکہ تعزیت کا خط اسے دیدیا جائے، دوسرے دن خداوند تین دن تک تعزیت کی رسم بجالائینگے اور جمعہ کے دن جامع مسجد جاکر تہنیت کی رسم ادا کرینگے، قائم کے نام پر خطبہ پڑھا جائیگا اور نذرین دیجائینگی،" امیر نے کہا یہی مناسب معلوم ہوتا ہے، غرض اس خبر کو پوشیدہ رکھا گیا۔ .... ۱۵ ذی الحجہ کو خط پہنچا کہ سلیمانی شورقان پہنچ گیا،

اور رے سے وہان تک امیر کے والیون، عاملون اور گماشتون نے نہایت اچھی طرح خدمت اور استقبال کی رسم ادا کی، امیر نے خواجہ علی میکائیل کو بلا کر کہا کہ "ایلچی آرہا ہے شرفا، علویون، قاضیون، عالمون، اور فقیہون، کو جمع کرکے پہلے سے استقبال کے لئے چلے جاؤ، اعیان درگاہ اور مرتبہ دار پیچھے سے پہنچینگے، ایلچی کو مناسب طور پر شہر مین لایا جائے" علی نے جو رئیس الرؤسا تھا اور ایسے کامون کے لئے نہایت موزون اس بارہ مین اندازہ سے بڑھکر تکلف کیا....... خواجہ علی استقبال کے لئے اس ترتیب کے ساتھ نکلا، کہ اس کے پیچھے بوعلی رسولدار مع مرتبہ دارون اور سوارون کے تھا جب ایلچی شہر کے قریب پہنچا تو مین صاحب اور بوالحسن کرخی ندیم اور مظفر حاکم ندیم جو عربی نہایت اچھی بولتے تھے، اور دس سرہنگ ہزار منتخب سوارون کے ساتھ آئے اور سنیچر کے دن ذی الحجہ مین ۸ دن تھے کہ ایلچی کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر کے اندر لیکر پہنچے، محلہ سید باقلی مین ایک آراستہ و پیراستہ مکان مین فروکش کیا اور بڑے تکلف کے ساتھ دسترخوان بچھایا گیا،

جب ایلچی تین دن آرام کرچکا اور کافی خاطر و مدارات ہولی، امیر نے خواجہ سے کہا، "ایلچی آرام کرچکا ہے اب اُسے ہمارے سامنے لانا چاہئے،" خواجہ نے کہا بیشک اب وقت آگیا ہے اس بارہ مین کیا حکم ہے،" امیر نے کہا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین چند روز کے لئے کوشک عبدالاعلی چلا جاؤن یہ محل ایسے کامون کے لئے زیادہ موزون ہے اور پوری طرح آراستہ ہے، وہان دوہری عمارتین بھی ہین، غلام اور مرتبہ دار ادائے رسم کے لئے سہولت سے کھڑے ہوسکتے ہین، اور تہنیت و تعزیت کی رسم خوب ادا ہوسکتی ہے ان سے فارغ ہوکر باغ مین واپس چلے آئینگے، خواجہ نے کہا، "خداوند کا یہ خیال بہت اچھا ہے ایسا ہی ہونا چاہئے،"

اس کے بعد خلوت کیگئی اور حاجب بزرگ، سالار غلامان، عارض ممالک اور صاحب دیوان رسالت طلب ہوئے امیر نے ایلچی، خط، لشکر، مرتبہ دارون، اور غلامان سرا کے متعلق جو

احکام تھے سب صادر کئے، یہ لوگ چلے آئے اور امیر ظہر کی نماز کے وقت سوار ہوکر کوشکِ عبدالاعلیٰ مین فروکش ہوا،

قرار یہ پایا کہ پہلی محرم کو جو سال کا پہلا دن ہے ایلچی پیش ہو، میرے استاد خواجہ بونصر مشکان نے حسب دستور بوعلی رسولدار کو حکمنامہ دیا وہ ایلچی سے خط لے آیا معلوم ہوا کہ تعزیت وتہنیت کا مضمون تھا، لشکر غلامون اور مرتبہ دارون کا انتظام حاجب بزرگ اور سالاران لشکر نے انجام دیا،

یکم محرم ۴۲۳ھ کو پنجشنبہ کا دن تھا، تمام انتظام پہلے کیا جاچکا تھا جب صبح ہوئی چار ہزار غلام سرائے امارت کے دونون طرف راستون پر پرے باندھے کھڑے تھے، دو ہزار کلاہ دو شاخ سر پر رکھے کمرہائے گران اور پرتلے باندھے ہر غلام کے ہاتھ مین عصائے سیمی، دو ہزار کلاہ چہار پر اوڑھے اور کیش (ترکش) اور پیٹی کسے اور شمشیر وشغا (تیردان) اور نیم لنگ (قربان یا کیش) کمر پر کسے ہر غلام کمان اور تین چوبہ تیر ہاتھ مین لئے دیبائے ششتری کی قبائین پہنے، تین سو غلامان خاصہ امیر کے قریب صفہ کے رستون پر جامہائے فاخر پہنے کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے اور کمرہائے زر باندھے اور عمودہائے زرین ہاتھ مین لئے کچھ کمرہائے مرصع بجواہر باندھے کھڑے تھے، پانچسو ساٹھ سردار دروازے پر سرائے دیلمان کے درمیان ایستادہ تھے تمام اعیان درگاہ، ولایت دار اور حاجب کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے کمر زر باندھے دربار مین حاضر تھے دروازے کے باہر مرتبہ دار متعین تھے اور بہت سے ہاتھی مع نشانون کے موجود تھے،

ایلچی اس کو کبہ مین سے ہوکر گذرا اور رسولدار سوارون اور ایک انبوہ کے ساتھ ایلچی کو لایا اور آگے دربار مین بٹھایا،

بوق وکوس اور دہل وکاسہ پیل کی آواز بلند ہوئی گویا قیامت کا دن ہے، ایلچی ان تکلفہائے عظیم کو دیکھکر بیہوش ومتحیر ہوکر رہگیا اپنی عمر مین اس نے یہ شان وشوکت کبھی نہ دیکھی تھی،

جب سفیر کوشک مین پہنچا تو امیر تخت پر بیٹھا تھا صفہ کے سامنے سلام کیا اور کھڑا ہوگیا، خواجہ بزرگ

نے سلام کا جواب دیا خواجہ کے سوا امیر کے سامنے کوئی بیٹھا ہوا نہ تھا سب لوگ کھڑے تھے صاحب بونصر نے ایلچی کو سہارا دیکر بٹھایا، امیر نے بآواز بلند کہا "خداوند امیرالمومنین کو کس حالت مین چھوڑا" ایلچی نے کہا "اللہ تعالیٰ سلطان معظم کو مطلع فرمائے کہ امام القادر باللہ امیرالمومنین انار اللہ برہانہ کا انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، سخت سانحہ ہے ایزد عزذکرہ خلیفہ کو فردوس مین جگہ عطا فرمائے اور خداوند دین ودنیا امیرالمومنین کو باقی رکھے" خواجہ بزرگ نے عربی مین ایک نہایت عمدہ تقریر اس بارہ مین کی، اور ایلچی کی طرف اشارہ کیا کہ خط پیش کرے،

ایلچی کھڑا ہوا خط دیبائے سیاہ کے خریطہ مین تھا تخت کے سامنے لیگیا اور امیر کے ہاتھ مین دیکر لوٹا اور اپنی جگہ پر آبیٹھا، امیر نے خواجہ بونصر کو آواز دی وہ تخت کے سامنے حاضر ہوا، اور خط لیکر پیچھے ہٹ آیا اور تخت کی جانب منہ کرکے کھڑا ہوگیا خریطہ کھولا اور خط پڑھکر سنایا جب پڑھ چکا تو امیر نے کہا کہ اس کا ترجمہ بھی سناؤ کہ سب سمجھ سکین، بونصر نے اس کا ترجمہ اس خوبی کے ساتھ سنایا کہ سب نے اقرار کیا کہ دوسرے کو یہ دستگاہ نہین،

اس کے بعد ایلچی کو واپس کردیا گیا اور توقیر کے ساتھ اس کے قیامگاہ پر پہنچا دیا گیا، امیر نے ماتم داری کا سامان کیا دوسرے دن جب دربار کیا تو دستار اور قبا پہنے ہوئے تھا تمام والی اور حشم اور تاجیک ماتم پرسی کے لئے آئے ایلچی کو بھی بلایا گیا تھا کہ اپنی آنکھون سے مشاہدہ حال کرے، بازار بند کردئے گئے، رعایا کے لوگ جوق جوق آتے تھے تین دن اسی طرح گذر گئے ہر روز ایلچی حاضر ہوتا تھا، اور چاشت کے وقت جب امیر دربار سے چلا جاتا واپس ہوجاتا تھا، تین دن بعد لوگ بازار مین آئے دکانین کھلین اور ڈہل ودمامہ بجنے لگا،

امیر نے خواجہ علی کو بلا کر کہا، حکم دے کہ درگاہ سے لیکر مسجد جامع تک قبے بنائین اور جو تکلف ممکن ہو کرین جمعہ آپہنچا ہے اور ہم خود جامع مسجد جائینگے تاکہ امیرالمومنین کا خطبہ پڑھا جائے، خواجہ علی نے

کہ اتعمیل ارشاد ہوگی اور چلا گیا، اعیان بلخ کو بلا کر جو کہنا تھا کہا، پیر کے دن سے جمعرات تک انتظام ہوتا رہا اور بلخ کو درِ عبد الاعلیٰ سے مسجد جامع تک ایسا آراستہ کیا کہ کسی کی یاد مین اس سے پہلے بلخ کی ایسی آرائش نہ ہوئی تھی، بہت سے قبّے بازارون مین عبد الاعلیٰ تک اور وہان سے درگاہ سلطانی اور محتشمان بارگاہ کے محلون تک بنے ہوئے تھے، جمعہ کی رات کو پچھلے پہر تک لوگ آرائش مین لگے رہے،

جب دن نکلا سب تیاریان ہو چکی تھین، امیر نے جمعہ کے دن دربار کیا جب دربار ختم ہوا خواجہ علی میکائیل نے کہا "خداوند کی زندگی دراز ہو قبّون کی تیاری اور آرائش وغیرہ کے متعلق جو کچھ فرمان عالی تھا پورا ہو گیا، کوئی اور حکم ہے" امیر نے کہا "لوگون کو بتا دینا چاہئے کہ وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہین، ہر گروہ اپنی اپنی جگہ رہے اور اپنے قبّون اور سامان کا خیال رکھے جس وقت ہم گذرین تو کھیل کود اور گانا بجانا روک دیا جائے ایک آواز بھی سنائی نہ دے جب ہم گذر جائین جو جی چاہے کرین، نماز پڑھکر دوسری طرف شارستان ہوتے ہوئے باغ پہنچ جائینگے" خواجہ نے کہا "بہت بہتر ہے" اور لوٹ آیا، اور احکام جاری کر دئے، سیاہ پوش روانہ ہوئے اور سب لوگون سے تحریری وعدے لے لئے؛

امیر چاشت کے وقت سوار ہوا، چار ہزار غلام اسی زیب و زینت کے ساتھ جس کا کہ ہم ایلچی کے آنے کے دن ذکر کر چکے ہین پیادہ پا آگے تھے، سالار بکتغدی پیچھے تھا، غلامان خاصہ اس کے بعد سلطانی نشان اور مرتبہ دار اور حاجب آگے آگے، حاجب بزرگ بلکاتگین پیچھے، سلطان کے پیچھے خواجہ بزرگ اور خواجگان و اعیان درگاہ، خواجہ کے پیچھے خواجہ علی میکائیل، قاضی، فقیہ، علما، زعیم اور اعیان بلخ تھے، خلیفہ کا ایلچی اس جلوس مین علی میکائیل کے سیدھے ہاتھ پر تھا،

امیر اس ترتیب کے ساتھ نہایت آہستہ آہستہ مسجد جامع پہنچا، بجز مرتبہ دارون کے آہٹ اور برو بروکے کوئی دوسری آواز نہین سنائی دیتی تھی،

مسجد پہنچکر امیر سواری سے اترا اور منبر کے نیچے جا بیٹھا منبر پر اوپر سے نیچے تک دیبائے زربفت پڑا تھا، خواجہ بزرگ اور اعیان درگاہ بیٹھ گئے، علی میکائیل اور خلیفہ کا ایلچی ذرا فاصلہ پر بیٹھے، خطبہ اور نماز کو خطیب نے ادا کیا، جب فارغ ہو گئے تو سلطانی خزانچی آئے اور دس ہزار دینار، پانچ حریر کی تھیلیون مین منبر کے نیچے لا رکھے یہ خلیفہ کے لئے نذر تھی، اس کے بعد خداوندزادون، امیرون، فرزندون خواجہ بزرگ اور حاجب بزرگ کی نذرین آنی شروع ہوئین بعد ازان دوسرے لوگون کی، آواز دیتے جاتے تھے یہ "نثارِ فلان نثارِ فلان" اور رکھتے جاتے تھے،

جب نذرون کا سلسلہ ختم ہو گیا تو امیر اٹھا اور سوار ہو کر غلامون لشکر اور اہالیان درگاہ کے ہمراہ شارستان کے نیچے باغ کی طرف روانہ ہوا، خواجہ بزرگ اس کے ساتھ تھا، خزانچی، دبیران خزانہ اور مستوفی نذرون کو بازار کے راستہ سے خزانہ مین لے گئے، خواجہ علی میکائیل مع ایلچی کے بازار کے راستہ سے گذرا، بلخ کے لوگون نے خوب خوشیان منائین اور بہت سے برتن اور طرح طرح کی چیزین نثار کین، درِ عبد الاعلیٰ تک پہنچتے پہنچتے شام کی نماز کا وقت ہو گیا، علی دوسری راہ سے ایلچی کو اس کوکبہ کے ساتھ اپنے گھر لے گیا، بڑی تکلف کی دعوت کی اور نہایت خاطر مدارات کے بعد اس کی قیامگاہ کو روانہ کیا، یہ بات امیر کی بڑی خوشنودی کا باعث ہوئی،

(۳) دوسرے دن امیر نے خواجہ بونصر مشکان کو حکم دیا کہ خواجہ بزرگ کے پاس جائے اور خلیفہ سے عہد و پیمان کرنے اور ایلچی کو واپس روانہ کرنے کی تدبیر کرے، بونصر دیوان وزارت پہنچا، خلوت ہوئی، ایلچی بلایا گیا اور بہت کچھ گفت و شنید کے بعد جو باتین طے کرنی تھین طے ہوئین قرار پایا کہ امیر اس مشورہ کے موافق جو بغداد سے آیا ہے عہد و پیمان کریگا اور جب یہ عہد نامہ بغداد پہنچے گا تو خلیفہ ایک نیا منشور امیر کے پاس روانہ کریگا، اس منشور مین خراسان، خوارزم، نیمروز، زابلستان، تمام ہند اور سند، چغانیان، ختلان، قبادیان ترمذ، قصدار، مکران، والستان، کیکانان، رے، جبال،

سپاہان، (اصفہان) حلوان، گرگان، طبرستان، کے تمام علاقے امیر مسعود کے نام لکھدیئے جائین اور
اور خلیفہ خاقان ترکستان سے خط و کتابت نہ کرے، نہ انھین کوئی انعام یا خلعت دے بلکہ جیساکہ
گذشتہ زمانہ مین خلیفہ القادر باللہ نے سلطان ماضی (محمود غزنوی) سے عہد کیا تھا، بغیر امیر کے وسیلہ کے
کوئی خلعت ان کے پاس نہ بھیجا جائے۔ یہ بھی قرار پایا کہ یہی ایلچی یعنی سلیمانی اس کام کو انجام دیکر
واپس آئے اور اپنے ساتھ امیر المومنین کی پسند کا ایک خلعت جس کے مانند اس سے پہلے کسی کو نہ
ملا ہو لائے، اور ایک اجازت نامہ ہو کہ سیستان کے راستے سے کرمان پر حملہ کیا جائے اور مکران
سے عمان پر، اور قرامطہ کو مغلوب کیا جائے امیر کی طرف سے ایلچی سے کہا گیا کہ "لشکر بے انداز جمع
ہو گیا ہی، اور سلطنت کی توسیع ضروری ہی، لشکر کو ناچار کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے اگر درگاہ خلافت کی حرمت
پیش نظر نہ ہوتی تو یقیناً بغداد کا قصد کیا جاتا تاکہ حج کا راستہ کھل جائے، ہمارے باپ نے ہمین مشہور
رے مین اسی کام کے لئے متعین کیا تھا، اگر ہمین خراسان سے چلے آنیکی ضرورت پیش نہ آجاتی تو ہم
آج مصر یا شام مین ہوتے، ہمارے فرزند مستعد ہین اور ان کے حوالہ کچھ نہ کچھ کام ہونا چاہیئے، آل بویہ
کے ساتھ ہماری دوستی ہی اور ہم ان کو تکلیف پہنچانا نہین چاہتے لیکن چاہئے کہ وہ زیادہ ہوشیار
رہین اور حضرت خلافت کی عزت کو محفوظ رکھین، حج کے راستہ کو کھولدین ہم نے اپنی سلطنت کے
لوگون کو حکم دے دیا ہی کہ وہ حج کے لئے تیار ہون ان کے ساتھ ہماری طرف سے ایک سالار حجاج
جائیگا ہم اس وقت حجت پوری کرتے ہین اگر اس بارہ مین کوشش نہوئی تو ہم آپ کوشش کرینگے،
اس لئے کہ خداوند تعالیٰ بازپرس کریگا کہ ہمارے پاس حشمت اور قوت اور سامان اور لشکر
بے اندازہ ہی" ایلچی نے کہا "یہ سب باتین سچ ہین مجھے ان کی یادداشت لکھکر دے دو تاکہ میرے
لئے سند ہو سکے"، کہا "ٹھیک ہی" اور اسے رخصت کیا گیا،

بونصر نے یہ سب واقعات امیر سے جاکر کہے امیر بہت خوش ہوا، جمعرات کے دن پندرہ

محرم کو فقہا اعیان بلخ اور سادات کو بلایا جب دربار ختم ہو گیا تو یہ لوگ امیر کے سامنے حاضر کئے گئے
علی میکائیل بھی آیا اور رسولدار ایلچی کو اپنے ہمراہ لایا، خواجہ بزرگ عارض، بونصر مشکان، حاجب بزرگ
بلکاتگین اور حاجب بکتغدی حاضر تھے، بیعت نامہ اور حلفنامہ (سوگندنامہ) کے نسخہ کا ترجمہ میرے استاد
(بونصر) نے پوری احتیاط کے ساتھ فارسی مین لکھا تھا ایسا دلکش ترجمہ تھا جیسے دیبائے رومی، عربی نسخہ
ایلچی کو دیدیا گیا تاکہ دیکھتا جائے، ترجمہ بآواز بلند بونصر نے پڑھا، سب حاضرین نے بغور سنا، ایلچی نے کہا
"عین اللہ علی الشیخ" (خدا شیخ کو اپنی حفاظت مین رکھے) بالکل عربی کے موافق ہی اور کوئی چیز نہین چھوٹی،
یہی امیر المومنین اطال اللہ بقائہ سے عرض کرونگا" بونصر نے پھر عربی کا نسخہ پڑھکر سنایا، امیر نے کہا
"مین نے سنا اور سب مضمون سمجھ لیا، فارسی کا نسخہ مجھے دیجئے" بونصر نے نسخہ حوالہ کیا، امیر مسعود نے پڑھنا
شروع کیا، اس خاندان کے بادشاہون مین کوئی بادشاہ مسعود کی نظیر نہین ہوا، عہدنامہ کے نسخہ کو اخیر تک
اس روانی کے ساتھ پڑھگیا کہ کہین نہ رکا اس کے بعد دوات خاصہ پیش ہوئی، عہدنامہ کے نیچے اپنے
خط مین اس نسخہ پر جو بغداد سے آیا تھا اور اس نسخہ پر جسے میرے استاد نے ترجمہ کیا تھا عربی اور فارسی مین
کچھ عبارت لکھی، دوسری دوات دیوان رسالت سے لاکر رکھی گئی خواجہ بزرگ اور حاضرین نے اپنی
اپنی خط مین شہادت تحریر کی، سالار بکتغدی لکھنا نہین جانتا تھا بونصر نے اس کی طرف سے لکھدیا، ایلچی
اور اہل بلخ کو رخصت کر دیا گیا، اور حاجب وہان سے چلے آئے امیر اور صرف تین شخص رہ گئے،
امیر نے خواجہ سے کہا، "ایلچی کو رخصت کرنا چاہئے" خواجہ نے کہا "بیشک"، بونصر کو خط کی یادداشت
لکھکر فوراً رائے عالی کے لئے پیش کرنی چاہئے، اور ایلچی کو خلعت اور صلہ دے کر اور جو کچھ رسم
ہی اس کے موافق حضرت خلافت کے لئے پیش کش حوالہ کرکے رخصت کر دینا چاہئے"

امیر نے پوچھا کہ خلیفہ کو کیا بھیجنا چاہئے احمد نے کہا بیس ہزار من نیل کی رسم ہی خاصہ کے لئے اور
پانچ ہزار من حاشیہ درگاہ کے لئے اور تمام نذرین جو خطبہ کے دن آئین ہین اور خزانہ معمورہ مین رکھی

ہوئی ہین اور جامہ وجواہر وعطر وغیرہ جو اس کے سوا دینا چاہین اور جو ایلچی کو مناسب سمجھین، مین نے عمر
لیث کے حالات مین پڑھا ہے کہ جب اس کا بھائی یعقوب رہواز کے پاس سے گذرا اور وہان شکست
پائی خلیفہ معتمد اس سے بوجہ جنگ کے ناراض تھا احمد بن ابی الاصبع سفارت پر یعقوب کے بھائی عمر کے
پاس آیا، عمر سے وعدہ کیا کہ وہ واپس ہوجائے اور نیشاپور مین رہے تاکہ اسے منشور عہد اور نشان وہان
بھیجدیا جائے، عمر نے ایلچی کو ایک لاکھ درہم دئے اور فوراً رخصت کیا، جب ایلچی نیشاپور آیا اور اپنے ساتھ دو
دو خادم مع خلعت کرامات، لوا اور عہد کے لایا تو سات لاکھ درہم اس خدمت کے معاوضہ مین دئے گئے،
یہ ایلچی یعنی سلیمانی بڑی سفارت اور بڑے کام پر آیا ہے، اسے خلعت شایان شان اور ایک لاکھ درہم
صلہ مین دئے جانے چاہئین، جب واپس آئیگا اور ہم جو کچھ چاہتے ہین سرانجام کردیگا، اس وقت جو
رائے عالی ہوگی دیدیا جائیگا، امیر نے کہا بہت ٹھیک ہے، قرار پایا کہ خلیفہ کے لئے جو اور کچھ بھیجنا مناسب
ہو خواجہ کے اوپر چھوڑدیا جائے، خواجہ نے لکھنا شروع کیا، ہر قسم کے قیمتی کپڑون کے سو تھان جن مین
دس زربفت کے تھے، پچاس نافہ ہائے مشک، ایک سو شمامہ کافور اور دو سو گز ریشمی تھان نہایت عمدہ
قسم کے، اور پچاس تیغ ہندی، اور ایک زرین جام ہزار مثقال وزن کا موتیون سے بھرا ہوا دس پارہ
یاقوت سرخ، بیس پارہ لعل بدخشی بنہایت عمدہ، دس گھوڑے خراسانی ختلی (بدخشانی) مع جھول اور برقعہ
دیبائے کے، اور پانچ غلام ترک قیمتی، جب یہ فہرست لکھ گئی تو امیر نے کہا ان سب کا انتظام کردیا جائے،
خواجہ نے کہا بہت خوب اور رخصت ہوکر دیوان رسالت پہنچے خادمون کو بلایا احکام جاری کئے،
اور واپس چلے آئے، خزانچیون نے سب انتظام کردیا امیر نے ملاحظہ کیا اور پسند کیا، میرے استاد خواجہ
بونصر نے خط لکھا نہایت عمدہ وہ اس مین بڑی مہارت رکھتا تھا، مجھ ابو الفضل نے اس خط کو تحریر کیا،
حضرت خلافت اور خاقان ترکستان اور ملوک اطراف کے پاس جس قدر خط جاتے تھے مین ہی
ان کی کتابت کرتا تھا، ان سب خطوط کے نسخے میرے پاس موجود تھے افسوس کہ انھین لوگون نے

قصداً گم کردیا، دریغ اور ہزار دریغ کہ وہ روضہ ہائے رضوانی اس وقت موجود نہین ورنہ یہ تاریخ
ان سے نادر چیز بنجاتی، بہرحال فضل ایزدی سے نومید نہین ہون کہ مجھے یہ کاغذ پھر ہاتھ لگ جائینگے تاکہ
درج کتاب ہوسکین اور لوگون کو اس صدر بزرگ کا حال معلوم ہو، وما ذالک علی اللہ بعزیز،

خواجہ بونصر نے خط کو وزیر کے سامنے پیش کیا اور بعد ازان دونون کا فارسی اور عربی مین ترجمہ
کرکے مجلس سلطان مین سنایا نہایت پسند کیا گیا، روز شنبہ بیسوین محرم کو ایلچی کو بلایا گیا، اور ایک
خلعت فاخرہ مع استر جس مین پانچسو مثقال سونا لگا ہوا تھا اور فقہا کی خلعت کے مانند تھا اور دو گھوڑے
دیکر رخصت کیا اور جو کچھ خلیفہ کے پاس بھیجنا تھا اس کے پاس پہنچا دیا گیا، ایک لاکھ درہم صلہ اور بیس
جامہ قیمتی مع استر اور جل اور برقعے ایلچی کو دئے گئے اور پانچسو دینار اور دس تھان خواجہ بزرگ نے
اپنی طرف سے ایلچی کو بھیجے، میرے استاد خواجہ بونصر نے رسولدار کے ہاتھ جواب نامہ ایلچی کے پاس بھیجا
پنجشنبہ ۲۲ محرم کو ایلچی بلخ سے روانہ ہوا، پانچ قاصد اس کے ساتھ بھیجے گئے تاکہ ایک ایک
کو اخبار تازہ کے ساتھ راستہ مین سے واپس بھیجا جائے اور دو آدمیون کو بغداد سے واقعات کی اطلاع
دیکر واپس کیا جائے، کچھ مخبر مسافرون اور امیرون کی جماعت مین پوشیدہ طور پر بھیجے گئے کہ جو کچھ ان
قاصدون پر گذرے بے کم و کاست اس کی اطلاع دین، امیر مسعود اس بارہ مین بہت اہتمام
کرتا تھا تمام اقطاع ملک مین جہان سے ایلچی ہوکر گذرتا تھا خطوط ارسال ہوئے کہ استقبال شایان
شایان طریقہ پر کیا جائے اور ایسی خاطر و مدارات کیجائے کہ وہ بخوشنودی تمام بغداد پہنچے،

(۴) خبر پہنچی کہ امیر المومنین القائم بامر اللہ کا ایلچی بوبکر سلیمانی شہر رے پہنچ گیا ہے اور اس کے
ساتھ خلیفہ کا ایک خاص خادم ہے جس کے ہاتھ تبرکات بھیجے گئے اور باقی امور ایلچی کے سپرد ہین،
حکم ہوا کہ ان کا استقبال شان و شوکت کے ساتھ کیا جائے ایک ہفتہ رے مین قیام ہو جہان
ان کی خوب مدارات کیگئی، بعد ازان نیشا پور کی جانب تمام قافلہ اور وہ لوگ جنھین حکم ملا تھا،

روانہ ہوئے، امیر نے احکام جاری کئے اور لوگون نے تعجیل مضافات بیہق مین جاکر اسباب ضروری کی بہم رسانی کا سامان کیا،

چہارشنبہ ۸، ربیع الآخر کو فقہا قضاۃ اور اعیانِ نیشاپور مع مرتبہ دارون اور رسولدار کے ان کے استقبال کے لئے گئے، شہر رے کی طرف کے دروازہ سے جامع مسجد تک اور بازارون مین آرائش کیگئی، بہت کچھ درہم دینار شیرینی اور برتن خیرات ہوئے، ابوالقاسم خیزانی کے باغ مین قیام کیا گیا،

. . . جب ایک ہفتہ گذر گیا اور مہمانون نے آرام کرلیا تو باغ شادیاخ کے دروازے سے ایلچی کی قیامگاہ تک ایک جلوس کا انتظام کیا گیا، تمام لشکر اور اعیان اور سرہنگ سوار تھے اور نشان ہاتھ مین لئے ہوئے تھے، پیادے پورے ہتھیار لگائے سوارون کے آگے کھڑے تھے، مرتبہ دار دو رویہ ایستادہ تھے اور صفے مین امیر تخت پر بیٹھا ہوا تھا، سالار اور حاجب کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے ہوئے تھے، نہایت شان و شوکت کا دن تھا، حاجب اور چند سپہدار اور پردہ دار اور سرکش اور سوار اور جنیبت اونٹ رسولدار کے ساتھ علی الصباح ایلچی کی قیامگاہ پر خلعت کے لانیکے لئے پہلے پہنچ گئے تھے، ایلچی اور خادم کو محمل پر بٹھایا اور خلیفہ کی خلعتون کو اونٹون پر بار کیا شاگرد پیشہ تحائف کو اپنے سرون پر رکھے آٹھ گھوڑے زین اور سنہری ساز و سامان کے ساتھ سونے کے نعل پہرون مین پڑے آگے آگے نشان ایک سوار کے ہاتھ مین اور منشور اور نامہ دیبائے سیاہ مین لپٹا ہوا دوسرے سوار کے ہاتھ مین ایلچی کے آگے آگے اور حاجب اور مرتبہ دار ان سب سے آگے اس ترتیب سے یہ جلوس روانہ ہوا،

بوق دہل کی آواز بلند ہوئی اور ایسا شور اور غلغلہ ہوا کہ گویا قیامت کا دن ہی، تمام سامان لشکر اور ہاتھیون کے جلوس کے ساتھ پیچھے سے آرہا تھا، ایلچی اور خادم کو دہلیز پر اتارا گیا اور امیر کے سامنے پیش کیا گیا، ایلچی نے ہاتھ کو بوسہ دیا خادم نے زمین چومی اور کھڑے ہوگئے، امیر نے

کہا کہ "خداوند ولی نعمت امیرالمومنین کو کس طرح چھوڑا" ایلچی نے کہا "تندرستی اور شادمانی کے ساتھ تمام کام پُرمراد اور سلطان المعظم کی جو خلافت کا رکن عظیم ہے عمر دراز ہو آپ سے خشنود"، حاجب بونصر نے ایلچی کا بازو پکڑا اور صفہ کے درمیان سے تخت کے نزدیک بٹھا دیا ایلچی نے کہا "خداوند کی زندگانی دراز ہو جب مین حضرت خلافت مین پہنچا اور سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حال مجلس عالی مین بیان کیا اور القادر باللہ کی تعزیت اور امیرالمومنین کے تخت پر جلوہ افروز ہونے کی تہنیت بجالانے اور خطبہ ادا کرنے اور شرائط بیعت کو پورا کرنے کی کیفیت بیان کی تو امیرالمومنین نے جیسا کہ انکی ہمت بلند کے سزاوار ہے بندہ کو نہایت لطف کے ساتھ رخصت فرمایا، بعد ازان تخت خلافت پر جلوس فرمایا اور اس ہفتہ مین عام دربار کیا جو کوئی تخت کے سامنے جاتا اور خلیفہ سے ملتا تھا سلطان کی تعریف فرماتے تھے اور شکریہ کا اظہار کرتے تھے حتی کہ فرمایا کہ ہمارا بزرگتر اور قوی تر حکم آج ناصر دین اللہ حافظ بلاد اللہ المنتقم من اعداء اللہ ابی سعید مسعود ہے اور اسی مجلس مین سلطان کے نام ملک ہائے موروث و مکتسب اور نو مفتوحہ علاقون کے عطا کئے جانے کے واسطے منشور تحریر کئے جانیکا برملا حکم صادر فرمایا، اور دوات طلب فرماکر خطِ عالی کے ساتھ توقیع کو آراستہ فرمایا اور لفظ عالی سے مبارکباد فرمائی اور اسی وقت حکم دیا کہ مہر لگائین اور خط کو خادم دعا کے حوالے کرین پھر ارشاد فرمایا کہ نشان لاؤ خود اپنے ہاتھ سے نشان کو باندھا اور طوق اور کمر اور کنگن اور تاج طلب فرماکر ایک ایک کو خود سپرد فرمایا اور دعا فرمائی کہ خدائے عزوجل مبارک فرمائے، پھر سلے ہوئے کپڑے طلب فرماکر ہر باب مین ایسی باتین فرمائین جو باعث فخر ہین اسی قسم کی باتین ان گھوڑون کے پیش ہوتے وقت جو خاصہ سے ان چیزون کے بعد لائے گئے ارشاد فرمائین، بعد ازان عمامہ اور شمشیر پیش ہونے پر زبان مبارک سے فرمایا "یہ عمامہ جو ہاتھ کا باندھا ہوا ہے اسی طرح ناصر دین کے ہاتھ مین دیا جائے اور وہ اسے اسی طرح اپنے سر پر رکھے تاج کے بعد تلوار کھینچی اور کہا

زنادقہ اور قرامطہ کو مغلوب کرے اور اپنے باپ یمین الدولہ والدین (محمود) کی سنت کو اس بارہ مین نگاہ رکھے اور اس تلوار کے زور سے دوسرے ملکون کو جو دشمنون کے ہاتھ مین ہین فتح کرے" یہ تمام باتین فرمانے کے بعد سب چیزین اسی مجلس مین میرے سپرد کین جنھین آج لیکر یہان حاضر ہوا ہون تاکہ جو کچھ سلطان کی رائے ہو عمل کیا جائے"

امیر نے بونصر مشکان کی طرف اشارہ کیا کہ منشور نامہ لے لیا جائے بونصر صف سے باہر آیا اور عربی مین ایلچی سے کہا وہ فوراً کھڑا ہوگیا اور منشور کو جو دیبائے سیاہ مین لپٹا ہوا تھا امیر کے سامنے تخت پر رکھدیا، بونصر وہان سے منشور کو اٹھا کر ایک طرف آ کھڑا ہوا،

ایلچی نے کہا اگر رائے ہو تو تخت سے نیچے تشریف لے آئے تاکہ مبارکی کے ساتھ امیرالمومنین کا خلعت پہنایا جائے، پھر کہا مصلی بچھاؤ سلاح دار کے پاس مصلی تھا اس نے فوراً بچھا دیا امیر نے قبلہ کی طرف منہ کیا بوق ہائے زرین جو باغ مین رکھے ہوئے تھے بجنے لگے اور ان کی آواز دوسرے باجون کے ساتھ ملکر بلند ہوئی، دروازہ پر کوس بجنے لگا اور آئینہ پیل کو جنبش ہونے لگی گویا قیامت آپہنچی، بلکاتگین اور دوسرے حاجب دوڑے امیر کے بازو کو سہارا دیکر تخت سے نیچے اتار کر مصلی پر بٹھا دیا ایلچی نے خلعت کے صندوق منگائے، سات پیراہن نکلے جنھین سے ایک دیبائے سیاہ کا تھا اور باقی دوسری طرح کے، جامہ ہائے بغدادی نہایت اعلیٰ قسم کے تھے، امیر نے بوسہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور تخت پر آیا تاج مرصع بجواہر اور طوق اور کنگن مرصع پیش ہوئے سب نے بوسہ دیا اور امیر کے سیدھے ہاتھ پر تخت پر رکھدیا گیا، بندھا ہوا عمامہ خادم سامنے لے گیا امیر نے بوسہ دیا اور کلاہ کو اتار کر سر پر رکھا اور نشان سیدھے ہاتھ مین لیا شمشیر کو حمائل کیا اور جو ملکر پہلو پر رکھا لوگون نے تکبیر شروع کی یہان تک کہ تمام صفہ زرین ہوگیا اور باغ کا میدان کیسہ ہائے سیم کی وجہ سے سیمی تھا، ایلچی کو رخصت کیا گیا اور اس قدر خیرات ہوئی کہ جس کی حد نہین، عصر کے وقت ایلچی اپنی قیامگاہ پر پہنچا، شب و روز ای نشاط و شادی کی قسم ایک ہفتہ تک لوگ ایسی خوشیان مناتے جنکی نظیر کسی زمانہ مین لوگون نے نہ دیکھی تھی "

تلخیص و تبصرہ

ادبیات ہند اور جرمن شعراء

پروفیسر زلیلسکی نے اپنی کتاب OURDEBTTOANTIGITY مین مشرق و مغرب کی ترقیون کو ایک تمثیل کے ذریعہ بیان کیا ہے، مشرق و مغرب دونون مرد و فرشتے تھے لیکن چونکہ ان کے جرم سنگین نہ تھے، اس لئے ان کو اجازت دیگئی کہ "وہ اپنے ہاتھون مین ایک ایک عصا لیکر لاکھون میل کا سفر پیدل طے کر کے کفارہ ادا کرین" مشرق نے رحم کی درخواست کرتے ہوے کہا "خدایا! میری راہ صاف اور ستھری ہو، اس مین نہ تو وادیان ہون اور نہ پہاڑیان، تاکہ مین اپنے منزل مقصود کو ہر وقت اپنے پیش نظر پاؤن" خداوند تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی، مغرب نے کوئی مراعات نہ چاہی، دونون اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے، مشرق اپنی راہ دراز، سادہ اور مستقیم پاکر، منقبض ہوگیا، اپنا عصا پھینک کر زمین پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا، "طے مسافت کے لئے یہ عہد عالم بہت کم ہے" اس کے بعد پڑ کر سو گیا، اس وقت سے وہ ہمارے عہد تک سویا تھا، مغرب کا راستہ وادیون، اور ٹیلون سے غیر مسطح بنا ہوا تھا، اس لئے اس کی نظر دور تک نہ جاتی تھی، اس کے سامنے نئے نئے مناظر آتے جاتے اور وہ ایک پر امید دل لئے ہوئے بڑھتا جاتا، وہ اب تک بلندیون اور پستیون کو طے کر رہا ہے اور ایک روشنی اپنے سامنے پاتا ہے۔

چند سال قبل ادبیات کا بھی بالکل یہی حال تھا، ہندوستان کا موجودہ ذخیرۂ ادب وہ نہ تھا، جو عہد قدیم مین نظر آتا تھا؛ وہ تھکا ہوا اور پریشان معلوم ہوتا تھا، دوسری طرف مغربی ادبیات مشرق سے بہت کچھ لینے کے بعد سطح زمین پر چلنے کے بجائے نئی وادیون اور جدید راستون کو طے کر رہے ہین، یہ

نئے رنگ کچھ تو ہندوستان سے لئے گئے ہین اور کچھ ایران سے، اہل مغرب مین سے جنھون نے سب سے زیادہ اس فیض سے استفادہ کیا وہ جرمن تھے،

ابتدائے عہد قدیم سے، قدیم جرمنون اور قدیم ہندؤن مین بعض چیزین مشترک تھین، اور یہی وجہ ہے کہ آریہ قوم کے اس خاندان کو "انڈو جرمن" کا لقب دیا گیا ہے، مثلاً ان مین ذیل کے عادات و رسوم مشترک ہین،

(۱) قدیم جرمن اور قدیم ہندو دونون کے دونون فطرت کی ہر بڑی مرعوب کُن شے کے سامنے اپنا سرعبودیت جھکا دیتے تھے، اور شاید یہی چیز تھی جس نے ان کے خیالات کو فطرت سے خدائے فطرت تک پہونچایا ہے،

(۲) دونون کے یہان بیوون کی شادیان ممنوع تھین،

(۳) دونون کے یہان رسم ستی جاری تھی،

(۴) دونون اپنے دنون کا شمار صبح کے بجائے رات سے کرتے تھے،

(۵) دونون کے یہان دیہاتی پنچائتین قائم تھین،

لیکن یہ سب کی سب قرون اولی کی باتین ہین، اب ہم ان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے اپنے عہد پر غور کرین کہ اسے ڈاکٹر ریمی (DR REMY) نے "ادبیات مین مشرقی تحریک" کے نام سے یاد کیا ہے،

کہا جا سکتا ہے، کہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے بانی سر ولیم جونس (SIR WILLIAM JONES) پہلے شخص ہین جنھون نے یورپ مین سنسکرت کی تعلیم کی بنیاد رکھی، لیکن مذکورۂ بالا "مشرقی تحریک" ان سے پہلے ہی سیاحون کے ذریعہ یورپ مین قدم جما چکی تھی، ان سیاحون مین گرشیا ڈی اورٹا (GRACID'ORTO) پیٹرو ڈلاویلی (PIETRO DELLA VALLA)

لارڈ (LORD) سر ٹامس ہربرٹ (SIR THOMAS HERBERT) ٹیورنیر (TAUERNIER) منڈیسلو (MENDDSLO) اولیریس (OBARIUS) تھیونات (THERVNOT) شارڈن (CHORDIN) اوگلبی (OGILBY) فرائر (FRYER) اوننگٹن (OVINGTON) ہملٹن (HAMILTON) ادیس (IVES) نیبہر (NIEBEHER) شاررینیس (STARORINUS) ہیبر (HEBR) وغیرہ قابل ذکر ہین، سر ڈبلو جونس نے اس تحریک کو آگے بڑھایا، اور جو ممالک اس سے متاثر ہوئے ان مین جرمنی سب سے اول تھا، اور جرمن اصحاب علم مین جس شخص نے سب سے زیادہ اس اثر کو قبول کیا وہ گوئٹے (GOETHE) تھا،

مشہور فرانسیسی عالم و سیاح اور پارسیون کی ژند اوستا کا پہلا مترجم انکیوٹل ڈوپرن (ANQUETIL DU PERRON) تھا جس نے جرمن فلسفی سوپن ہر (SCHOPENBAUER) کی توجہ ہندؤن کے فلسفہ کی طرف متوجہ کی، انکیوٹل نے ۱۸ وین صدی کے آخر مین افنخٹ (OAPHNEPHAT) کے نام سے اوپنیشد کا لاطینی ترجمہ شایع کیا، لیکن یہ ترجمہ بلاواسطہ سنسکرت سے نہ تھا، بلکہ اس کے فارسی ترجمہ کا ترجمہ تھا، میکس ہولر (MAX MULLER) اس ترجمہ کو "ایک خوفناک اختلاط" کے نام سے یاد کرتا ہے، چونکہ یہ ترجمہ کا ترجمہ تھا اس لئے اس کو فطرۃً ایسا ہی ہونا چاہئے تھا، نیز جیسا کہ مین نے اپنے مضمون متعلق "تراجم عہد اکبری" مین بیان کیا ہے، یہ سنسکرت کے لفظی ترجمے نہ تھے، بلکہ ان مین مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی گئی تھی، بہر حال جو کچھ بھی ہو، اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اس نے یورپین اصحاب علم کو ہندو فلسفہ کی طرف متوجہ کر دیا، اسکو فنہر انہی مین سے تھا، اپنشد کے متعلق کہتا ہے، "یہ میری زندگی کا فلسفہ تھا اور میری موت کے بعد دوسرے عالم مین بھی باعث تسکین ہوگا" ڈوین (DEUSSAN) اسکو فنہر کے فلسفہ کو بہترین عیسائی فلسفہ بتاتا ہے،

زمانہ کی بعض نیرنگیون نے گوئٹے کو سب سے پہلے مشرق کے سکون بخش ادبیات کی طرف متوجہ کیا، پہلے وہ ہندؤون کی کتابون کی طرف مائل ہوا، لیکن اس سے اس کی تسکین نہ ہوئی، پھر وہ ایرانی شعراء کی طرف عموماً اور حافظ رح کی طرف خصوصاً متوجہ ہوا، اسے **جرمن حافظ** کے نام سے یاد کیا جاتا ہی۔

ہرڈر (HORDER) دوسرا جرمن عالم تھا جو سر جونس کی پوئسز ایشیاٹیکو (POESES ASIATICO) "ایشیائی شاعری" کی وجہ سے مشرقی ادبیات کی جانب مائل ہوا، اس نے اپنی کتاب زرسٹریوٹ بلٹر (ZERSTEUTEBLATTER) "اوراق پریشان" مین بھگوت گیتا، اور رہت اوپدیش کے بعض حصون کے ترجمے شائع کئے۔

ایک دوسرا بڑا جرمن شاعر خسلیر (SEHGLLER) کالیداس کی شکنتلا کا ترجمہ پڑھکر مشرقی ادبیات کی طرف متوجہ ہوا،

اب تک اہل علم جرمن شعراء ہندوستانی نفسانیت کو ان کے تراجم کے ذریعہ جانتے تھے، لیکن شیگل برادران (SCHEGELBROTHERS) نے بالواسطہ سنسکرت کی طرف رخ کیا، فریدرخ شیگل (FRIEDIEHSEHLEGIG) نے اپنی کتاب "ڈائی وسیٹ ڈر انڈیر (DIESHEITDERMDIER) "ہندی عقل وفہم" مین مہابھارت، رامائن اور منو کے بعض حصون کے ترجمے شائع کئے، ڈاکٹر ریمی جن کی کتاب نے مجھے اس مضمون کا خیال پیدا کیا، اپنی اس کتاب مین لکھتے ہین،

"برطانوی تدبیر نے ہندوستان کے مادی فتوحات کو مکمل کر لیا ہی اور اب جرمن علوم اس کے روحانی قبضہ کی فکر مین مشغول ہین" (ڈاکٹر مودی، انڈین ریویو)

سحر اور قانون

سحر اور جادوگری نے باایں ہمہ علم و تہذیب اب تک دنیا کو مسحور کر رکھا ہی، ابتدائے عہد آفرینش

مین وہ مذہب کے درجہ پر نظر آتی ہی، اس عجیب و غریب علم کا آغاز مصر سے ہوا، اور وہان سے چلکر اس نے اپنی تمام ہلاکتون اور تباہیون کے ساتھ پوری سطح یورپ کو ڈھانپ لیا، قدیم اقوام مثلاً کالڈین (CALDIAN) ہمارے موجودہ سفید و سیاہ سحر کی طرح علوی و سفلی جادو کے ماننے والے تھے، یونان نے مصر و بابل سے اس فن کو سیکھا، لیکن اس مین علوی کی جگہ سفلی جادو کا حصہ زیادہ تھا، رومہ نے فال عام اور اس قسم کے دوسرے شگون کو تسلیم کیا، لیکن ان کے ساتھ ہی سفلی جادو کے لئے سخت ترین سزائین مقرر کی گئین تھین، رومہ کے اصول دوازدہ نے فلکیات کی تعلیم کو ممنوع قرار دیا تھا، اور کبھی جادو کی کتاب کی ملکیت سزا کا مستوجب بنا دیتی تھی، اولین سزا جو عیسائیت نے اس فن کے خلاف نافذ کی وہ ۳۱۴ء مین انکیرا (ANCYRA) پر تھی، حالانکہ ۱۴۸۴ء مین ہم کو پوپ انوسنٹ ہشتم (INNOCENT VIII) کا بیل اپنا کام کرتا نظر آتا ہی، سکنڈنیویا، اسپین، فرانس، جرمنی، اور جدید ریاستہائے انگلستان نے دی اکلٹ ریویو (THEOCCUCT REVIEW) کے ایک نامہ نگار کے بیان کے مطابق اس کی سزائین مقرر کر رکھی تھین، لیکن تعجب یہ ہی کہ آئرلینڈ مین اس قسم کے واقعات کی تعداد بہت ہی محدود ہی،

انگلستان مین، پہلے عام قانون کے ذریعہ اور مین حکومت کے قانون سے جادوگری ایک قابل سزا جرم تھا، لیکن ۱۵۶۲ء تک اس کو عظیم ترین جرم نہین سمجھا جاتا تھا، ۱۶۰۴ء مین جیمس اول (JAMES I) نے جادوگری اور سحر کے خلاف خود ایک قانون منظور کیا، یہ قانون ۱۷۳۶ء مین ایک دوسرے قانون کے ذریعہ منسوخ کیا گیا، اس دوسرے قانون مین اس شخص کیلئے جو آئندہ کی باتین بتائے، یا جادو کے ذریعہ لوگون کے مال غائب شدہ کا پتہ چلائے، ضمانت یا ایک سال کی سزا مقرر کی گئی تھی، یہ قانون اب تک کچھ ترمیم کے ساتھ رائج ہی"

"اوین صدی مین جادوگری کے خلاف ایک عام اور سخت ترین کوشش کیگئی تھی اور بکثرت لوگون کو جادوگر سمجھ کر ان کے اعضا کاٹے گئے اور آگ مین جلا دئے گئے، (انڈین ریویو)

جبل طارق اور طنجہ

دمشق کا رسالۂ مجمع علمی عربی، اندلس کے گذشتہ اور موجودہ حالات پر ایک مسلسل مضمون شائع کر رہا ہی؛ اسی ضمن مین مسلمانون کے علمی احسانات اور تمدنی بے تعصبیان اور عیسائیون کا بالآخر مسلمانون کے ساتھ آخری شرمناک سلوک کی بھی تفصیل دکھا رہا ہی، بیروت کے مشہور مسیحی تبلیغی رسالہ مشرق نے جو علم کی خدمت کے ذریعہ سے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے سرگرم ہی، اس سلسلۂ مضمون پر تنقید ضروری سمجھی، مگر ان دونون مضمونون کو سامنے رکھکر پڑھنے سے سائل و مجیب دونون کی قوت و کمزوری کا راز عیان ہو جاتا ہی،

اس سلسلہ کا آخری مضمون، جبل طارق اور طنجہ کی موجودہ حالت ہی، مسلمانان عالم کو یورپ اور افریقہ کے ان انتہائی گوشون سے صرف اس لئے محبت ہی کہ یہان ان کے کاروانِ رفتہ کے نشانِ قدم ملتے ہین، اور وہ اب جہانِ اسلام اور دنیائے مسیحیت کے مقطع اور سرحد ہین،

جبل الطارق جس کو اب اہل یورپ بگاڑ کر جبرالٹر کہتے ہین، اسپین کی انتہا پر افریقہ کے ملک مراکش کے سامنے بحر متوسط اور بحر محیط کا چوکیدار اور نگران ہی، یہی وہ مقام ہی جہان سے اندلس کا مسلمان فاتح طارق اپنی چند ہزار فوج لیکر مراکش سے نکل کر اسپین کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تھا، مراکش اور اسپین کے درمیان ایک تپلی سے آبی تحریر ہی جس کی ایک طرف یورپ کا کنارہ اور دوسری طرف افریقہ کی سرزمین ہی؛

جبل طارق سمندر کی سطح سے ۴۲۵ میٹر بلند ہی، اور یورپ کے برِ اعظم سے ایک ریگستان کے ذریعہ سے ملحق ہی، اس کے نیچے دنیا کی مختلف النسل قومون کی ایک چھوٹی سے آبادی ہی، عربون کے اخراج کے بعد اہل اسپین نے اس پر قبضہ کیا، اور اٹھارہوین صدی کے شروع تک اس کو اپنے قبضہ مین رکھا، سنہ ۱۷۰۴ء مین انگریزون نے اس کو لے لیا، اور اس وقت سے آج تک وہ اس پر قابض ہین، سنہ ۱۷۷۹ء سے ۱۷۸۳ء

تک اسپینون نے فرانسیسون کی مدد سے اس کو انگریزون نے واپس لینا چاہا مگر اس مین ان کو کامیابی نہ ہوئی اور اب وہ ایک چھوٹی سی انگریزی نوآبادی ہی، اور دنیا کا مضبوط و مستحکم ترین بحری قلعہ ہی جو یورپ، افریقہ اور امریکہ کے برِ اعظمون کی ناکہ بندی کرتا ہی،

آجکل انگریزی محافظ فوج کے علاوہ، اس کی آبادی ۲۱ ہزار ہی جو یورپ، امریکہ، ایشیا اور افریقہ کی قومون کا مشترک مسکن ہی، انگریزی اور اسپینی دو زبانین یہان رائج ہین، اور کسی غیر برطانوی رعایا کو یہان کی زمین خریدنے کا اختیار نہین ہی، آبادی مین صرف ایک تنگ سڑک ہی جس کی تعمیر پر تقریباً دو صدیان گذری ہین، یہان کی عمارتین بھی یہان کی آبادی کی طرح مختلف طرز اور نمونہ کی ہین، جزیرۂ خضرا سے جو حکومت اسپین کی آخری سرحد ہی جبل طارق کا راستہ صرف چند منٹون کا ہی جو کشتی کے ذریعہ سے طے ہوتا ہے،

جبل طارق سے چند میل کے فاصلہ پر افریقی ساحل پر شہر طنجہ واقع ہی جو مراکش کے حدود مین داخل ہی، اس شہر کی موجودہ آبادی چالیس ہزار ہی جن مین غیر قومون مین سے اسپینی، پرتگالی، اٹالین، اور فرنچ زیادہ ہین، یہ شہر نہایت پرانا ہی، فینیقیہ والون نے اس کو پہلے آباد کیا تھا، اور باوجود اس کے کہ یہ مختلف قومون کا ہمیشہ گذرگاہ رہا اپنے مشرقی طرز پر بہ استواری کے ساتھ قائم ہی، مسلمانون کے انحطاط کے بعد سنہ ۱۴۷۱ء مین اس پر پرتگالیون نے قبضہ کیا، سنہ ۱۶۶۲ء مین اس کو ان سے انگریزون نے چھین لیا، سنہ ۱۸۴۴ء مین فرانسیسیون نے اس کا محاصرہ کیا، اس وقت سے دراصل تو یہ مراکش کی ملکیت ہی مگر عملاً یورپ کی تمام سلطنتون کا بین الاقوامی بندرگاہ ہو گیا ہی اور اسی لئے یہان تمام سلطنتون کے نمایندے رہتے ہین، اور مراکش کے اکثر معزول سلاطین مثلاً مولائی عبد العزیز اور مولائی عبد الحفیظ یہان پناہ گزین ہین، یہان سے جزیرۂ خضرا صرف ۱۲ میل ہی،

———— ✣ ————

اخبارِ علمیہ

زراعت کی آب پاشی کیلئے یورپ نے مختلف طریقے ایجاد کئے ہیں، لیکن حال میں امریکہ میں ایک مشین ایجاد کی گئی ہے جو نہروں اور تالابوں کے وسیع اخراجات کو روک دیگی، اس کے ذریعہ پانی جڑوں میں پہونچایا جائیگا، اس کی صورت یہ ہے کہ مشین میں پانی بھر دیا جاتا ہے، وہ پانی برف کی صورت میں منجمد ہو کر گولیوں کی شکل میں نکلتا ہے، اور پودوں کی جڑوں کے پاس گرتا جاتا ہے، اور اس طرح تمام کھیت سیراب ہو جاتے ہیں،

سر ولیم ڈنس نے اکسفورڈ یونیورسٹی کو ایک لاکھ پونڈ (۱۵۰۰۰۰۰ روپئے) اس لئے دئے ہیں کہ وہ علم الامراض کے لئے ایک مدرسہ قائم کرے، یونیورسٹی نے اس کی تعمیر کا کام شروع کر دیا ہے،

ٹیلیفون کی موجودہ صورت میں تاجروں اور مصروف آدمیوں کو یہ دقت محسوس ہوتی تھی کہ وہ جب تک اس کو استعمال کر رہے ہوں کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتے تھے، لیکن اب اس نقص کو دور کر دیا گیا ہے، یہ ایک نئی قسم کا آلہ ہے، اس میں آواز بہت زور سے سنائی دیتی ہے، اور انسان آلہ سے الگ رہکر اس میں گفتگو کر سکتا ہے، اس کی آواز تیس فٹ کی دوری سے نہایت صاف سنائی دیتی ہے، اور وہیں سے جواب بھی دیا جا سکتا ہے، ضرورت کے وقت صرف ایک بٹن دبانا ہوتا ہے، پھر اس طرح بات چیت شروع ہو جاتی ہے کہ گویا سائل و مجیب دونوں کمرے ہی میں ہیں،

ہمبرگ کے رصد خانہ نے اس سال کے تیسرے دمدار ستارہ کا پتہ چلایا ہے، باقی دو ستاروں کو رصد خانہ کیپ نے معلوم کیا ہے، لیکن ابھی تک اون نصف درجن دمدار تاروں کا پتہ نہیں چل سکا ہے جو موسمی حالات کے اختلاف کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں،

انگلستان، ابتدائی تعلیم کو جو وسعت دے رہا ہے اس کا اندازہ اس کے اخراجات سے معلوم ہو سکتا ہے، سنہ ۱۳-۱۴ء میں ۲۱۵۰۰۷۸ پونڈ صرف ہوئے تھے اور سنہ ۲۱-۲۲ء میں اس کی تعداد ۸۳۱۱۱۹۴۶ پونڈ پہونچ گئی ہے،

سر آئزک بیلی بالفور کی موت علمی دنیا کا حادثہ سمجھا جاتا ہے، سر مذکور ۴۲ سال تک اڈنبرا یونیورسٹی کے علم نباتات کے اعلیٰ پروفیسر رہے ہیں،

دی رائل اسکاٹش جیاگرفیکل سوسائٹی نے پروفیسر جے ڈبلو گرگری کو ان کے علمی خدمات کے سلسلہ میں اپنا طلائی تمغہ پیش کیا ہے، پروفیسر موصوف نے اسٹریلیا، شرقی، آفریقہ اور جنوبی مغربی چین میں جو علمی تحقیقات کی ہیں، وہ علمی حیثیت سے نہایت ہی اہم نتائج پیدا کرنے والی ہیں،

ایام جنگ میں حکومت انگلستان کو اپنی تعلیمی اخراجات میں بڑی حد تک کمی کرنی پڑی تھی، لیکن اب پھر ان کو سابق درجہ تک پہونچانے کی کوشش کیجا رہی ہے، ذیل کے اعداد اس کا ثبوت دینگے،

سنہ	ابتدائی تعلیم پر	اعلیٰ تعلیم پر	میزان پونڈ
۱۹۱۲-۱۳	۲۲۸۹۵۹۴	۸۴۴۰۵۳	۳۱۳۳۶۴۷

۱۹۱۸-۱۹	۸۵۲۲۳	۲۴۱۹۲	۱۰۹۴۲۵
۱۹۱۹-۲۰	۲۹۸۷۰۰	۴۹۸۵۲۳	۷۹۷۲۲۳
۱۹۲۰-۲۱	۸۴۳۷۴۹	۱۲۲۶۷۱۳	۲۰۷۰۴۶۲

انگلستان کے ابتدائی مدارس وطلبا مین جو اضافہ ہوا ہی وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو سکتا ہی،

	تعداد مدارس			تعداد طلبا اسکول		
سنہ ۱۳ء	سرکاری مدارس	غیر سرکاری مدارس	میزان	طلبائے سرکاری سکول	طلبائے غیر سرکاری اسکول	میزان
انگلستان	۷۶۰۳	۱۱۳۸۲	۱۸۹۸۵	۳۹۴۲۸۷۸	۲۵۸۱۵۹۱	۶۵۲۴۴۶۹
ویلز	۱۲۷۹	۶۲۷	۱۹۰۶	۴۵۸۶۲۶	۱۰۳۲۷۵	۵۶۱۹۰۱
سنہ ۲۲ء انگلینڈ و ویلز	۸۸۲۲	۱۲۰۰۹	۲۰۸۹۱	۴۴۰۱۵۰۴	۲۶۸۴۸۶۶	۷۰۸۶۳۷۰

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا پبلک اسکولس گولڈ مڈل اس سال ایس، ڈی لسنبری (ایٹن کالج) کو دیا گیا ہی، یہ تمغہ ہندوستان کی تاریخ کے کسی موضوع پر بہترین مضمون لکھنے پر دیا جاتا ہی، امسال کے قابل انعام مضمون کا عنوان "حیات ٹیپو سلطان" تھا،

ڈیلی میل نے پرندون کی ترقی کے لیے نمائش کی تھی، اس کے متعلق ایک ہزار پونڈ کے متعدد انعامات بھی تھے، اس مین ۱۵۲۰ مرغیان آئی تھین، اول انعام ان آٹھ مرغیون کے مالک کو ملا ہی جنھون نے ۱۹۲۹ انڈے دیے ؛

تمام انڈون کی تعداد ۲۸۹۸۲۲ تھی یعنی اوسطاً فی مرغی نے ۱۹۴ انڈے دیے ؛

ڈاکٹر این، برگس نے برنگھم یونیورسٹی کی انجمن معدنیات مین تقریر کرتے ہوئے بیان کیا ہو کہ ایک جرمن ماہر کیمیا نے نرم کوئلون سے تیل نکالنے مین کامیابی حاصل کی ہی، کوئلون کو دبا کر اور ہائڈروجن ملا کر $\frac{۹۰}{۱۰۰}$ تیل نکالا جا سکتا ہی، اسی سے مختلف صورتون سے پٹرول بھی بنایا جا سکتا ہی ؛

ایام جنگ کی بچی ہوئی اشیا کو حکومت نے بیچنا شروع کر دیا ہی اس مین ۰۰۰۰۰۰۲ گز ادنی کپڑا ہی جس سے ۰۰۰۰۰۰۹ آدمیون کے سوٹ تیار ہو سکتے ہین، اور ۰۰۰۰۰۰۴ گز سوتی ہی، موجودہ نرخ کے لحاظ سے اس کی بکری مین صرف ۰۰۰۰۰۰۱ پونڈ یعنی ۰۰۰۰۰۰۱۵ روپے کا نقصان ہوگا،

جے، لائنس اینڈ کمپنی یورپ کے سب سے بڑے ہوٹل کی تعمیر کی تیاری کر رہی ہی، یہ ہوٹل ماربل آرک کے قریب ہوگا،

انگلستان کے عجائب خانون کی رپورٹ حال ہی مین شایع ہوئی ہی اس سے پتہ چلتا ہی کہ جو لوگ امسال وکٹوریہ البرٹ موزیم کے دیکھنے کو گئے ان کی تعداد ۱۱۰۸۲۰۴ ہی، اس کے بعد کیو گارڈنس کا نمبر ہے جہان ۱۰۲۹۱۶۹ زائرین ایک سال مین آئے۔

ٹیلیفون کا سب سے قدیم آلہ جو ایس، ایف بی مورس نے ۱۸۳۶ء مین ۲ فٹ بلند $\frac{۱}{۲}$ ۲ عریض لکڑی کی شکل مین بنایا تھا، نیویارک سے نمائش کیلئے ریوڈی جنیرو لایا گیا ہی،

جرمنی ماہرین طیارہ نے حال مین ایک ایسی مشین ایجاد کی ہی جو ۱۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتی ہی اور ۵ منٹ مین اس کو پانچ تھیلون مین لپیٹ کر آسانی سے سمیٹ کر رکھدیا جاسکتا ہی،

آجکل پیرس مین ایک پرانا کوا نظر آیا ہی، جو ۱۵۰ برس کا ہی، پیرس کی توہم پرست آبادی اسے کسی آئندہ ہلاکت کا پیش خیمہ سمجھتی ہی، مگر یورپ کے "فلسفۂ عمر" کے ماہرین نے اس کی عمر کا پتہ کیونکر لگایا؟

لندن کا شہر دنیا کا سب سے بڑا شہر ہی نہین ہی بلکہ اس کا بندرگاہ بھی دنیا کا سب سے بڑا معبر ہی، سنہ۱۸۷۰ء مین ۰۰۰۰۰۰۰۱ پونڈ کی چیزین آئی تھین اور سنہ۱۹۲۱ء مین ۰۰۰۰۰۰۰۰۶ پونڈ کی لائی گئی ہین، اس زمانہ مین ۰۰۰۰۵۰۶ ٹن کے جہاز لندن آئے تھے لیکن سنہ۱۹۲۱ء مین یہ تعداد ۳۵۰۰۰۰۰ ٹن تک پہونچ گئی ہی،

انگریزی و فرانسیسی طیارون نے گذشتہ گیارہ مہینون مین تقریباً ۰۰۰۰۰۰۱ میل کے سفر کئے، اور ۱۲۰۹۰ مسافر لے گئے، اس مین سے ۹۲۲۱ آدمیون نے برطانوی ہوائی جہازون سے اپنی مسافت طے کی ہے،

لارڈ کارنروون نے مصر کے آثار قدیمہ کی تحقیقات مین بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہی، انھون نے علاقہ لکسر کے وادی الملوک مین بادشاہ توتن خمین (سنہ۱۳۵۰ ق م) کا مقبرہ کھود کر نکالا ہے، اس مین بہت سے جواہرات اور قیمتی اشیا ملی ہین، قانون کے مطابق ان چیزون کا نصف حصہ مکتشف کا ہوتا ہی، لیکن مصری حکومت نے اس مین یہ مراعات منظور نہین کی، بلکہ لارڈ موصوف کو ایک معتدبہ

رقم پیش کرنے کا وعدہ کیا ہی،

ایٹن کالج نے جسے ہنری ششم نے قائم کیا تھا گذشتہ سال اپنی ۵۰۰ وین سالگرہ منائی،

جرمن مارک کی انحطاط سے جو نقصان ملک کو ہو رہا ہی اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہی کہ وہان کے محکمۂ ڈاکخانجات مین ۱۲۰۰۰۰۰۰۰۰ مارکس کی کمی واقع ہوئی ہی،

پیرس مین ایک مشین ایجاد ہوئی ہی جو ایک گھنٹہ مین ۰۰۰۳ شیٹ یا ۰۰۰۰۳ ٹکٹ چھاپتی، کاٹتی، شمار کرتی اور پیکٹ بنا کر نکالتی ہی،

اہل جرمن کی غربت و فلاکت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہی کہ وہ اپنے اعزا کی نعشون کیلئے لکڑی کے صندوق بھی بنوا نہین سکتے، اور یہ کام موٹے کاغذ کے تختون سے لیا جاتا ہی،

گرمس بائی مین نصف شب کے قریب ایک شہاب ثاقب جو ایک بڑے آتشین گیند کی شکل کا تھا شرقی جانب دیکھا گیا، اس کے غائب ہونے کے بعد ایک زور کا دھماکا ہوا، یہ آواز اتنی سخت تھی کہ لوگ اپنے بسترون کو چھوڑ کر گھر سے باہر نکل آئے،

---

۱۲ جنوری کو لندن مین ہسٹریکل کمیشن کا جو اجلاس ہوا تھا اس مین ذیل کے اشخاص نے مختلف تاریخی مضامین پر تقریرین کین:

پروفیسر جدو ناتھ سرکار	عہد اورنگ زیب مین سورت کا کارخانہ
مسٹر جے کان دی، سی، این،	مسٹر جی، الیف گرینڈ کا آخری وصیت نامہ
ڈاکٹر شفاعت احمد خان، الہ آباد،	موجودہ تاریخ ہند اور تحقیقات،
مسٹر بنی پرشاد، آگرہ،	مغلون کی علمی پالیسی،
پروفیسر کے، آر، قانون گو،	مرزا نجف خان اور جاٹ
رائے بہادر ڈی کی پرسنس	مرہٹون اور انگریزون کی اصلی مراسلات
مسٹر آر، بی، رس ہٹم	حصول دیوانی کے بعد مالگذاری کی وصولیابی کے چند فوری طریقے،
" " "	بعض غیر سرکاری کاغذات متعلق تہنیہ ہتاس گنڈہ ۱۷۶۴ء
مسٹر جے، این، سمادار	
مسٹر رام پرشاد ترپاٹھی	اکبر کا فوجی نظام
مسٹر بدرالدین احمد	ہائیکورٹ کے قدیم عدالتی کاغذات
مسٹر ایچ، ڈبلو، بی مورینو،	بعض انیگلو انڈین ایجادات،
مسٹر بی سی نہر،	مرشدآباد کے جگت سیٹھ کا وصیت نامہ،
ریو ایچ نوسٹن ایس جے،	گوتھیلس کی انڈین لائبریری کے چند ڈچ کاغذات
خان بہادر سید عبداللطیف،	تلستہ خان کا آخری وصیت نامہ
مسٹر اے، الیف، ایم عبدالعلی،	مین پوری کی ابتدائی تاریخ،

اس ماہ مین عالم تاریخ کا سب سے بڑا حادثہ پروفیسر رائز ڈوڈ کی موت ہی، پروفیسر مرحوم سنسکرت، تاریخ ہند قدیم اور عہد بودھ کے مستند عالم تھے، آپکی [illegible] خاص وقت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے، ۱۸۴۳ء مین پیدا ہوئے تھے

آثار علمیہ و ادبیہ

اردو یا فارسی کے ہندوستانی شعرا مین سے ہم زیادہ تر ان لوگوں سے واقف ہیں، جن کے دواوین چھپکر عام ہو گئے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہو کہ ابھی متعدد ہندوستانی سخنگو ایسے ہیں، جن کی جگر کاویان بوسیدہ اوراق کے سینوں میں نگاہوں سے مستور ہیں، اور وہ گرانمایہ ہستیاں، اب تک قبول عام کی تحسین اور داد سے محروم ہیں، انہیں میں ایک **خواجہ امین الدین امین عظیم آبادی** المتوفی ۱۱۹۹ھ ہیں، ان کے فارسی کلام کے چند منتخب اشعار ہمارے دوست قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی نے ہمارے پاس بھیجے ہیں، ان کو دیکھکر اندازہ ہوگا کہ شگفتگی خیال، شیرینی زبان اور صحت محاورات میں ان کا درجہ کتنا بلند ہی،

نیست غمی زمرگ خویش تلخی غم چشیدہ را — دل بہ سفر قوی بود رنج سفر کشیدہ را

ای کہ بہ سینہ تخم غم کاشتہ بہ یاد گل — یاد نمی کنی چرا این دل داغ دیدہ را

خواہ بہ لطف پیش آ، خواہ بکینہ خون ما — ہر دو ز تست خوشنما عاشق پاک دیدہ را

گرو اکنم از پردہ دل داغ کہن را — داغ جگر تازہ گذاریم چمن را

فارغ ز درد نیست دل غم سرشت ما — چون لالہ است داغ جنون سرنوشت ما

افشاندہ ایم بس عوض دانہ اشک گرم — جائے شگوفہ شعلہ برآید ز کشت ما،

روئے شگفتۂ تو گلستانِ آتش است
زلفِ تو نخلِ سرکشِ بستانِ آتش است

بیتاب کرد روئے تو ہر چند شعلہ را
داغے دگر ز خوئے تو در جانِ آتش است

مغزِ سرم ز سوزِ محبت ہمہ پر ست
ایں پنبہ را ببیں کہ نگہبانِ آتش است

عاشق بدیدہ نادکِ جاناں نگاہ داشت
یعنی بچشم خاطرِ مہماں نگاہ داشت

ہرکس کہ آشنا شدہ باچوں تو کافرے
ایماں نداشت ست گر ایماں نگاہ داشت

آخر بما قفس بُطناں رحم واجب است
نتواں تمام عمر بہ زنداں نگاہ داشت

روشن دلاں بروئے کسی در نبستہ اند
آئینہ کس ندید کہ درباں نگاہ داشت

در گلشنِ زمانہ کہ غیر از ملال نیست
باید چوں غنچہ سر بگریباں نگاہ داشت

یارب چہ پیش آمدہ کز قطرہائے اشک
جارسیت در قلمروِ مژگاں نگاہ داشت

رسائل خلافت

مصنفہ

مولنا سید سلیمان ندوی

خلافت اور ہندوستان، تواریخ، سفرنامون، آثار و کتبات، شاہی فرامین اور سکون کی مدد سے اسلامی ہندوستان کے تعلقات مختلف خلافتہائے اسلامیہ کے ساتھ دکھائے ہین، قیمت ۸ر

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اس مین تاریخی اور اثری حوالون، اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہو خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہو، اور دنیائے اسلام نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہو، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین، قابل دید رسالہ ہو، قیمت عہ

خلافت اور دنیائے اسلام، مولنا کے سفر یورپ کے نتائج ہین، اس مین دکھایا ہو کہ اسوقت سیاسی حیثیت سے اسلامی ممالک کس حالت مین ہین، اور خلافت کے مسئلہ مین اپنی اپنی جگہ پر وہ کیا جدوجہد کر رہے ہین، اور ان مین سیاسی انقلابات کہان تک پیدا ہو گے ہین، قیمت ۶ر

منیجر

ادبیات

شامِ غم اور صبح مسرت

از مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے ال ال بی، اعظم گڈہ،

اُف شبِ غم کا رنگ بھی، کتنا جنون نواز تھا
بزمِ جہان مین چارسو، نالۂ دلگداز تھا،

تھی وہ نگاہِ فتنہ گر، تفرقہ ساز ہمدگر
دل کو جگر کی کیا خبر، اپنے سے بے نیاز تھا

دیدہ و دل مین ایک بھی بچ نہ سکا فریب سے
کوئی اسیر زلف تھا، کوئی شہیدِ ناز تھا

آہوے وحشیِ حرم، کر نہ سکا ذرا بھی رم
کس کی کمندِ ناز کا، دستِ ستم دراز تھا

شور انا ہو یا نہو، حق سے لب آشنا نہو
جس نے یہ لفظ کہدیا، دار پہ سرفراز تھا

کشورِ حسن مین نہ تھا، فرق یزید و بایزید
اک درِ مجلس بلا، سامنے سب کے باز تھا

اہلِ وفا و بوالہوس، سب کی سزا تھی ایک بس
زاغ و زغن کا ہم قفس طوطیِ نغمہ ساز تھا

جلوہ گہِ جمال مین، حکم تھا قتل عام کا،
مجرم و بے گناہ کا، یان کسے امتیاز تھا

بزمِ مغان مین تھی حرام، اک مئے الفتِ وطن
ورنہ برائے میکشی، مسئلۂ جواز تھا،

مشق ستم تھی ہر طرف قدس سے لیکے تا نجف
تیرِ نگاہ کا ہدف، روم سے تا حجاز تھا

زلف و نگہ مین تھا چھڑا قلب و جگر کا مسئلہ
ایک طرف یہ سوز تھا، ایک طرف گداز تھا

دل مین کچھ اور آرزو، لب پہ کچھ اور گفتگو
وعدہ شکن بہانہ جو، حسنِ فسون طراز تھا

ہر دلِ دردمند پہ چھائی تھی اک فسردگی
یان تو یہ حال اور ادھر، دورِ غرور و ناز تھا

شیشۂ دل کی یہ شکست، لائی پیام آرزو
اب یہ کھلا کہ درد خود، درد کا چارہ ساز تھا

غنچہ کی دل گرفتگی، خندۂ گل کی تھی نقیب — ظلمت شام میں نہان، صبحِ طرب کا راز تھا

مژدۂ نصرت کمال باز گوشِ جان سید

طرّۂ پرچمِ ہلال باز بر آسمان رسید

کیجئے شکر کس طرح، رحمت کردگار کا — گلشن آرزو میں پھر، دور ہوا بہار کا

باطلِ فتنہ ساز کو حق سے شکست ہو گئی — خیر سے آج سر ہوا، معرکہ نور و نار کا

خالدِ مرتضیٰ سلف، انورِ مصطفیٰ خلف — اُچھلے نہ کیسے نام پھر، ضربتِ ذوالفقار کا

رافعِ پرچمِ ہلال، غازیِ مصطفیٰ کمال — یعنی وہ اک مجسمہ ہمتِ استوار کا

قلب فدائے مصطفیٰ، جانِ نثار مصطفیٰ — ذات ہے جس کی آئینہ، رحمت کردگار کا

صلِّ علیٰ وحبذ الطف تیغ مصطفیٰ — پھیر دیا ہے جس نے منہ فتنۂ روزگار کا

جس نے بلند کردیا، جذبۂ حریت کا نام — خاتمہ جس نے کر دیا، غیر کے اقتدار کا

سبزۂ پائمال کو جس نے نہال کر دیا — جس نے سماں دکھا دیا گذری ہوئی بہار کا

بسمل جان بلب کو پھر جس نے حیات تازہ دی — حوصلہ پھر بڑھا دیا، ملتِ دل فگار کا

ترکوں ہی کی نہیں یہ فتح بلکہ کل انسان کی ہے — کیوں نہ ہرا ہو داغ پھر ہر دلِ بے قرار کا

ہم تو ہیں اس کے شیفتہ ہو بھی وطن پرست جو — روم کا ہو کہ چین کا، ہند کا یا تتار کا

ترک ہوئے ہیں جس طرح، پنجۂ غیر سے رہا — یوں ہی نصیب جاگ اٹھے ہند کے اس دیار کا

چاہئے راہ شوق میں، ایک جنونِ آرزو — میکدۂ وطن میں کیا، کام ہے ہوشیار کا

کیوں نہ لبِ بسمل پہ حبِ وطن کا راگ ہو — بلبل نغمہ سنج ہے ہند کی شاخسار کا

سبزہ و گل ز مرد مد باز بہ بوستان ما

یعنی بدست ما دہد دور فلک عنان ما

اوراق پارینہ

"جامع الاخلاق"

از قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی بی اے

انیسویں صدی کی ابتدا میں، نثر اردو کو ترقی دینے کے لئے ڈاکٹر گلکرسٹ اور ان کے ساتھیوں نے جو کوششیں کی تھیں ان کا تذکرہ آزاد نے آبِ حیات میں، اور مولوی عبدالحق معتمد انجمن ترقی اردو نے "گلشن ہند" کے مقدمہ میں کیا ہے، جو معلومات ان حضرات نے بہم پہونچائی ہیں قابل قدر ضرور ہیں، لیکن تعجب ہے کہ اس عہد کی ایک ایسی کتاب جس کا ذکر اس لحاظ سے کہ کسی قدیم مستند علمی کتاب کو اردو میں منتقل کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی، سب سے مقدم ہونا چاہئے تھا، سرے سے نظر انداز کر دیا، چونکہ اس کتاب کی اہمیت کے متعلق اختلاف رائے ناممکن ہے، اس لئے یقین ہے کہ یہ کتاب ان حضرات کی نظر سے نہیں گذری، میری مراد علم الاخلاق کی مشہور و معروف کتاب "اخلاق جلالی" کے اردو ترجمہ سے ہے جس کو ۱۸۰۵ء میں مولوی امانت اللہ نے کپتان جیمس موئٹ کے حکم سے مکمل کیا، اور اس کا نام جامع الاخلاق رکھا،

مترجم کا نام مولوی امانت اللہ ہے، ان کے مولد و موطن کا کچھ پتہ معلوم نہیں ہوتا، ان کی علمی قابلیت ضرور اچھی ہوگی ورنہ ایک دقیق علمی کتاب کے ترجمہ کی خدمت ان کے سپرد نہ کیجاتی، فورٹ ولیم کالج میں یہ منشی "تفرقی ہندی" کے تھے، ایک کتاب "ہدایت الاسلام" بھی انھوں نے لکھی تھی جس کا ذکر وہ دیباچہ میں کرتے ہیں، شاعر بھی تھے اور شیدا تخلص کرتے تھے، چنانچہ خاتمہ اور دیباچہ میں ان کی طبزاد مدحیہ اور دعائیہ نظمیں موجود ہیں، پایۂ شاعری بہت ادنیٰ ہے، غالباً اسی وجہ سے کسی تذکرہ نگار نے ان کا حال نہیں لکھا، بلکہ نام تک درج کرنا غیر ضروری سمجھا، یہ ترجمہ انھوں نے ۱۸۰۵ء میں، جبکہ مارکوئس ولزلی گورنر جنرل تھے

کپتان جیمس موٹ مدرس "تفریق ہندی" مدرسۂ عالیہ" دام اقبالہٗ کی تحریک سے تکمیل کو پہونچایا، دیباچہ میں مترجم نے ان دونوں "صاحب بہادروں" کی نظم ونثر میں بیحد مبالغہ آمیز تعریف کی ہی،

اصل کتاب میں کیا کچھ ردوبدل انھوں نے جائز رکھا ہی اور اصطلاحات کے متعلق کونسی روش اختیار کی ہی، اسکا بیان انھیں کے الفاظ میں مناسب ہوگا،

"یہ کتاب بغایت مغلق اور دقیق المضمون، اول سے آخر تک تمام مسائل حکمی اور تدقیقات علمی سے مشحون ہی، اور ترجمہ کرنا اس کا مستلزم تجرید مادۂ جسمانی، اور اسقاط قوائی انسانی کا ہی لیکن بمقتضائے نمک خواری کے صورت انکار کی مناسب نہ دیکھی، اور فضال حقیقی پر توکل کرکے اس میں اقدام کیا، لیکن اس کے خطبے کے بدلے دوسرا خطبہ علحدہ کہکر ضمیمہ اس ترجمے کا کرکے حکمت عملی کی تقسیم سے شروع کیا، اور حتی المقدور اس کی تسہیل میں کوتاہی نہیں کی، مگر ان اصطلاحوں کا خبکار ترجمہ اس زبان میں ممکن نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ بعد اتمام کے ان اصطلاحوں کی تفسیر اشارے وکنائے سے کرکے جدا ایک فرہنگ مختصر تخمیناً مقدار دو تین جز کے آخر کتاب میں ملحق کیجائیگی، اور جابجا کمی زیادتی کرکے ترجمۂ لفظی چھوڑ سہل ہونے کیلئے مطلب بیان کر دیا ہی، ترتیب اس ترجمہ کی مطابق اصل کتاب کے باقی رہی،"

فرہنگ جس کا ذکر انھوں نے کیا ہی، یا تو وہ حسب ارادہ مرتب نہ کر سکے، یا بعد میں طبع کرانے والوں نے غیر ضروری سمجھ کر علحدہ کر دیا، میرے پاس اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہی وہ مطبع احمدی کلکتہ میں اردو ٹائپ میں مولوی غلام حیدر ساکن بیج گلی کے اہتمام سے ۱۲۶۰ھ میں طبع ہوا تھا، صفحات کی تعداد ۲۶۰ ہی اور ہر صفحے میں ۱۴ سطریں ہیں، میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، لیکن قرینہ ہی کہ یہ اس کتاب کا پہلا مطبوعہ نسخہ ہی، اردو نثر کے اس ابتدائی زمانے میں ایک دقیق علمی کتاب کے ترجمہ کرنے میں کتنی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہی، تاہم میں اپنی طرف سے یہ نہیں کہنا چاہتا کہ مترجم نے کس حد تک

کامیابی حاصل کی ہیں چند اقتباسات پیش کرتا ہوں تا کہ ناظرین خود فیصلہ کر سکیں،

(۱)

حکمت طبیعی کی بحثوں سے علم نفس کی بحث میں مقرر ہوا ہی کہ نفس ناطقۂ انسانی میں دو قوتیں ہیں، ایک قوت ادراکی جس کے سبب سے ہر ایک شئی کو جان سکے، دوسری قوت تحریکی جس کے سبب ہر ایک طرح کا کاروبار کر سکے، پھر قوت ادراکی کے دو شعبے ہیں، پہلا عقل نظری وہ سبب ہے صور علمیہ کے قبول کرنے کا مجردات سے، دوسرا عقل عملی جس کے سبب سے ہر ایک آدمی اپنے بدن کو کاروبار میں مشغول کرتا ہی، پھر یہ شعبہ یعنی عقلِ عملی باعتبار علاقہ رکھنے اس کے قوت غضبی اور قوت شہوی کے ساتھ سبب ہوتا ہی فعل کا جیسا مارنا، کھانا، پینا، یا قبول فعل کا جیسے شرمندگی سے رونا، اور باعتبار اس کے کہ وہم وخیال اسے استعمال کریں سبب ہوتا ہی جزوی فکروں اور جزوی شغلوں کا، اور باعتبار نسبت کرنے عقل نظری کے ساتھ سبب ہوتا ہی اس فکر کلی کا جو سب کاموں سے علاقہ رکھے، جیسے معلوم کرنا اس کا کہ سچ کہنا اچھا، اور جھوٹھ کہنا برا ہی اور مانند اس کے، پھر قوت تحریکی کے دو شعبے میں سے ایک قوت غضبی ہی اور وہ سبب ہی بری چیزوں کے دفع کرنے کا بطریق غلبے کے، دوسری قوت شہوی کہ وہ سبب ہی اچھی چیزوں کے لینے کا، لیکن قوت غضبی کو چاہئے کہ بدن کی سب قوتوں پر غالب رہے اس طور سے کہ ہرگز کسی سے کمزور نہ ہو بلکہ سب اس کے حکم کے تابع اور اس سے مغلوب رہیں، اور یہ قوت جس کو جس کام میں متعین کرے اس کو بخوبی انجام دیا کرے تا کہ آپس کی موافقت اور اس کی حکومت سے آفرینشِ انسان کی بادشاہت کا بندوبست اچھی طرح انجام پائے، اور کسی وجہ سے اس انتظام میں خلل دخل نہ ہوئے اگر اسی طرح سے ہر ایک قوت اپنے کام میں جس طور سے کہ عقل کے موافق ہو اقدام کرے تو عقل نظری کی صفائی سے جو پہلا شعبہ قوت ادراکی کا ہی حکمت حاصل ہوئے، اور عقل عملی کی صفائی سے، جو دوسرا شعبہ ہی اسی قوت کا عدالت پیدا

ہوئے، اور قوت غضبی کی درستی سے شجاعت، اور قوت شہوی کی صفائی سے پارسائی، اسی کا نام کمال قوت عملی ہو،

(۲)

حکمت کی نوعوں میں سے مشہور سات نوع ہیں، ذکا، سرعتِ فہم، صفائیِ ذہن، سہولتِ تعلم حسنِ تعقل، تحفظ، تذکر، پس ذکا وہ قوت ہو کہ بہ سبب اس کے مقدموں سے نتیجوں کو بآسانی نکال سکے، لیکن یہ موقوف ہو ان مقدمون کی مشاقی پر جو منتج ہیں، سرعتِ فہم نام ہو اس قوت کا جس کے سبب ملزومات سے ان کے لوازم کی طرف انتقال ذہن کا ہوئے بلا توقف، پر ان دونوں میں یہ فرق ہو کہ پہلی سرعت حرکات فکری میں ہوتی ہو اور دوسری ان کے غیر میں جیسے ملزومات تصوریہ سے ان کے لوازم کی طرف انتقال کرنا، یا قضایا سے ان کے عکوس مستویہ یا عکس نقیض کی طرف، صفائیِ ذہن، اس ملکۂ استعداد کو کہتے ہیں کہ بہ سبب اس کے بغیر رنج و تعب کے استخراج مطلب کر سکے، سہولتِ تعلم نام ہو استعداد کا جس کی وجہ سے توجہ کلی مطلوب کی طرف کیجئے تاکہ بخاطر جمعی آسانی سے اس کو حاصل کرے، حسنِ تعقل وہ ہو کہ بحث و مناظرے میں مطلب کی توضیح کرنے کیلئے حد لائق کو نگاہ رکھے تا بسبب غفلت کے کچھ اس پر واجب نہ ہو جائے اور نہ کسی شی زائد کو استعمال کرے، تذکر بے تکلیف یاد کرنا ان چیزوں کا جو قوت حافظہ میں ہیں جب چاہے، تحفظ اس ملکے کا نام ہو کہ جس سے معقولات یا محسوسات کی صورتوں کو ضبط کرے "

(۳)

"میں نے عدالت کی تقسیم تین قسم پر کی ہو، ایک وہ ہو کہ جس پر اقدام کرنا اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کیا جاوے، کیونکہ اس کی مہربانی نے بے سابقہ استحقاق کے خلعت وجود کے تئیں ہر ایک موجود کو انعام فرمایا، اور اپنے خزانۂ احسان میں سے اس عالم امکان کی ہر ایک شی کو بے شمار نعمتوں سے نوازش کیا

پس اقتضاء عدالت کا یہ ہو کہ ہر ایک متنفس اپنے اور اس کے حق کے درمیان جو لازم ہو اس کے بجا لانے میں طریق مستحسن کو نگاہ رکھے اور اسکی بندگی کے چلن میں کسی طرح سے قصور نہ کرے، دوسری وہ جو متعلق ہو اپنی نوع کے شرکا سے مثلاً بادشاہوں کی تعظیم یا علما اور ائمۂ دین کی تکریم کرنی امانتوں کو پہونچانا، معاملے میں انصاف کرنا تیسری وہ کہ جو گذرے ان کے حق سے ادا ہونا اس طور سے کہ ان کے اموال میں سے ان کے قرضوں کو ادا کرے، وصیتوں کو بجا لاوے اور جو اس کی مثال سے ہو،

مطبوعات جدیدہ

تاریخ خلافت، جناب مولنا عبدالماجد صاحب بدایونی ہندوستان کے ان مستثنیٰ علماء میں ہیں جو زبان وقلم دونوں کے مالک ہیں، ملک کی جدید تحریکات کے ایام میں مولنا ممدوح نے نہ صرف اپنے زور تقریر اور جوش بیان سے دین وملت کی خدمات انجام دیں، بلکہ انھیں مصروف زمانوں میں انھوں نے اپنی متعدد قابل قدر تصنیفات سے ملک وقوم کو اپنا ممنون بنایا، زیر نظر کتاب، ان کی ایک بسیط تصنیف تاریخ خلافت کا حصۂ اول ہے جس میں مصنف نے اپنے مخصوص انداز بیان میں سرنامۂ خلافت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ لکھی ہے جس میں زیادہ تر حالات حاضرہ اور ضروریات موجودہ کو پیش نظر رکھکر واقعات وحالات ترتیب دیے گئے ہیں، اور آخر میں زمانۂ حال کی مناسبت سے احکام واقوال نبوی حدیث کی کتابوں سے منتخب کرکے اردو ترجمہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں، اصلاحی نقطۂ نظر سے یہ کتاب عام مسلمانوں کے حق میں نہایت مفید ہوگی، طرز بیان سہل ورواں، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ضخامت ۲۲۸ صفحے، قیمت ۱۲، پتہ: دارالتصنیف بدایوں، یا قومی دارالاشاعۃ، میرٹھ،

تاریخ الامم، جامعہ ملیہ علی گڈھ نے اپنے دو سالہ دور حیات میں علمی حیثیت سے بھی جو خدمتیں انجام دی ہیں، وہ قوم وملت کے شکریہ کی مستحق ہیں، ان دو برسوں میں متعدد عمدہ تصنیفات اس کے زیر اہتمام نکل چکی ہیں، تاریخ الامم بھی، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جامعہ مذکور مدارس کے نصاب تعلیم کی ضرورت سے تاریخ اسلام کا سلسلہ مرتب کرانا چاہتا ہے، جامعہ مصریہ کے معلم تاریخ شیخ محمد خضری نے جامعہ مصر میں تاریخ اسلام کے موضوع پر جو خطبات دیے تھے، وہ کتابوں کی صورت میں شایع ہو گئے ہیں، ہماری زبان کے لائق قدر اہل قلم مولنا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری استاذ تاریخ اسلام جامعہ ملیہ، شیخ خضری

کے ان تاریخی خطبات کو پیش نظر رکھکر جامعہ کے نصاب کے لئے تاریخ اسلام کا سلسلہ مرتب کر رہے ہیں، بالفعل اس سلسلہ کے دو حصے، سیرۃ الرسول، اور خلافت راشدہ چھپکر شایع ہوئے ہیں، یہ دونوں حصے قومی مدارس کے نصاب کیلئے نہایت مفید ہیں، لکھائی چھپائی، کاغذ اعلیٰ، ضخامت حصۂ اول (سیرۃ الرسول) ۲۰۰ صفحات قیمت عہ، ضخامت حصہ دوم، ۲۲۰ صفحات، قیمت ۱۲، پتہ: شعبۂ تصنیف جامعہ ملیہ علیگڈہ

بجلی کے کرشمے، انجمن ترقی اردو، ہماری زبان میں جدید سرمایۂ علمی کا جو اضافہ ہر سال کر رہی ہے اس کی تحسین نہ کرنا، احسان فراموشی ہے، یہ رسالہ علم برقیات کے ابتدائی مسائل کے بیان میں ہے، لائق مصنف مولوی محمد معشوق حسین خان بی اے نے آسان طرز ادا اور سہل انداز عبارت میں مبتدی طالبعلموں کو بجلی کے کرشمے دکھائے ہیں، باوجود ایک ٹھوس علمی بحث کے کتاب میں کافی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور اس لئے عام طالب علم اور کم استعداد اردو خوان بھی اس کو پڑھکر اپنے معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں، لکھائی چھپائی اچھی، کاغذ ستھرا، ضخامت ۱۴۲ صفحے، قیمت عہ، پتہ: ترقی اردو، اورنگ آباد دکن،

انتخاب دواوین حسرت مع ترجمہ انگریزی، مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی کے سیاسی خیالات سے تو ہندوستان کی ہر زبان بولنے والے واقف ہیں، مگر ان کے شاعرانہ افکار، صرف اردو دان طبقہ تک محدود تھے، غالباً اسی خیال کو مد نظر رکھکر چودھری حکم علی صاحب ہاشمی نے انکے دواوین کا انتخاب اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، ہر صفحہ کے نصف بالا میں اصل اردو اشعار اور نصف زیرین میں ان کا انگریزی ترجمہ ہے، یہ ترجمہ خود حسرت کی نظر ثانی اور اصلاح سے بھی فیضیاب ہے، اس لئے اس ترجمہ کو بھی شاعر کی اصل تصنیف کا رتبہ دیا جا سکتا ہے، آغاز کتاب میں، حسرت اور انکی شاعری پر مترجم کے قلم سے انگریزی میں ایک مقدمہ ہے، کتاب ٹائپ میں چھپی ہے، ضخامت ۱۰۰ صفحے، قیمت عہ، پتہ: بیگم حسرت موہانی، حسرت روڈ، کانپور،

الفرق بین اولیاء الله واولیاء الشیطان، جناب مولنا ابو الکلام صاحب نے اس نام کی

الہلال یا البلاغ میں ایک طویل مضمون لکھا تھا جس میں قرآن مجید کی آیات کو پیش نظر رکھکر ان دونوں مقابل
کے گروہون کے خصائص اور اوصاف امتیازی دکھائے تھے، الہلال بک ایجنسی لاہور نے اس مضمون کو
ایک رسالہ کی صورت میں شایع کیا ہی، اچھا ہوتا اگر اسی کے ساتھ علامہ ابن تیمیہ کا رسالہ الفرق بین اولیاء
الرحمن واولیاء الشیطان بھی ترجمہ کرکے شامل کردیا جاتا، تاکہ بحث زیادہ مستوعب ہوکر اردو دان ناظرین
کے سامنے آجاتی، صفحات ۹۰، تقطیع خورد، قیمت ۶ر، پتہ: الہلال بک ایجنسی، حلقہ نمبر ۲۴، شیرانوالہ گیٹ لاہور

کلید مراد، قرآن مجید اور احادیث کی بعض مختصر دعاؤن کا مجموعہ ہی، ساتھ ساتھ ترجمہ بھی درج ہی آخر مین
جامع جناب مولوی سید حسن مرتضی صاحب شفق عمادپوری نے اپنا منظوم شجرۂ بیعت لکھا ہی، لکھائی چھپائی
اچھی ۹۶ صفحات، قیمت ۸ر، پتہ: خواجہ ڈپو نظامیہ دارالاشاعۃ، دہلی،

تبلیغ، ایک نیا ماہوار علمی رسالہ لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہی، جس میں ممالک اسلامی پر مختلف النوع
مضامین، عیسائی مشنریوں کی کوششوں سے باخبر اور مسلمانوں میں تبلیغی ذوق پیدا کرنے والے مقالات اور
شذرات ہوتے ہیں، اب تک اس کے تین نمبر ہماری نظر سے گذر چکے ہیں، اور ہم کو اس کے اظہار میں خوشی
ہی کہ رسالہ اپنے مقصد میں کامیاب ہی، مضامین کے انتخاب کے لئے ہم مشورہ دینگے، کہ اسلامک ورلڈ
انگریزی اور فرنچ رسالہ دنیائے اسلام کو بھی سامنے رکھا جائے، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، ضخامت ۔

قیمت سالانہ للعہ   پتہ   لاہور

ندیم، اس نام کا بھوپال سے ایک ماہوار ادبی رسالہ مولوی سعید صاحب رزمی کے زیر
ادارت شایع ہونا شروع ہوا ہی، دو تین نمبر نکل چکے ہیں، بھوپال سے اس رسالہ کا اس حد تک کامیاب
ہونا بھی غنیمت ہی، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت سالانہ للعہ   پتہ: منیجر ندیم، بھوپال

الکمال، ایک نیا اردو روزانہ اخبار کلکتہ سے مولوی نذیر احمد صاحب سابق اڈیٹر مساوات کی اڈیٹری مین
جاذب مضمون پر نکلا ہی، کلکتہ کی آب و ہوا میں کاش اس کے زندہ رکھنے کی قدرت ہو، قیمت عہ سالانہ، پتہ نمبر ۱۵ بو چیت پور روڈ کلکتہ

مجلد یازدہم | ماہ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء | عدد سوم

مضامین